کچھ اہم ومفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

- کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-
- کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-
- کاروان زندگی حصہ سوم 80/-
- کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-
- کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-
- کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-
- کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-
- مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-
- حج کے چند مشاہدات 6/-
- خواتین اور دین کی خدمت 25/-
- کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-
- دعائیں 10/-
- سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
- سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
- نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-
- سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) 200/-
- تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-
- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-
- اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

- زادسفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) 150/-
- باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-
- ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-
- موج تسنیم (اردو) زیر طبع
- مناجات ہاتف 10/-
- دیار حبیبؐ 5/-

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

- حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
- کلید باب رحمت 6/-
- ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
- ذکر خیر 〃 15/-

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

- لبیک اللّٰھم لبیک 30/-
- سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-
- سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-
- زبان کی نیکیاں 15/-
- گلدستہ حمد وسلام 6/-
- کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

- دو مہینے امریکا میں 90/-
- جزیرۃ العرب 70/-
- حج ومقامات حج 35/-
- امت مسلمہ 70/-
- سماج کی تعلیم وتربیت 45/-

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

- معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-
- اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
- اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-
- دین وشریعت 70/-
- ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
- قادیانی مسلمان نہیں 25/-
- آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
- آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
- درس قرآن 200/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

- تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-

(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)

- تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
- سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-

(مولانا محمد الحسنیؒ)

- بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
- ذکر رسولؐ 〃 55/-
- مولانا محمد علی جوہر 〃 175/-

(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

- کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) 18/-
- کتاب الصرف 〃 20/-
- بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
- تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
- مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
- سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ-۱۸

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest assured, when it comes to selling your old car, **Classic Automotives**, always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells **'Clean Deal'**.

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
  - You don't have to wait for your money.
- **Evaluation at your doorstep**
  -You don't have to move around wasting time in traffic jams.
- **Risk free selling**
  -Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.

• **No commission** • **No Brokerage** • **No Hidden Costs**

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

Call **98451 00668**

classic automotives
Gear up for the journey of life.

Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.

Indiranagar: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎: 32966155 9845600668
Mekri Circle: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎: 32966433 9945187878
HSR Layout: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎: 32966133 9845226464
Jayanagar: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎: 32966144 9980582424
Yelahanka: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎: 32966166 9845700668
Whitefield: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎: 32966422 9845229292

www.classicautomotives.net

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

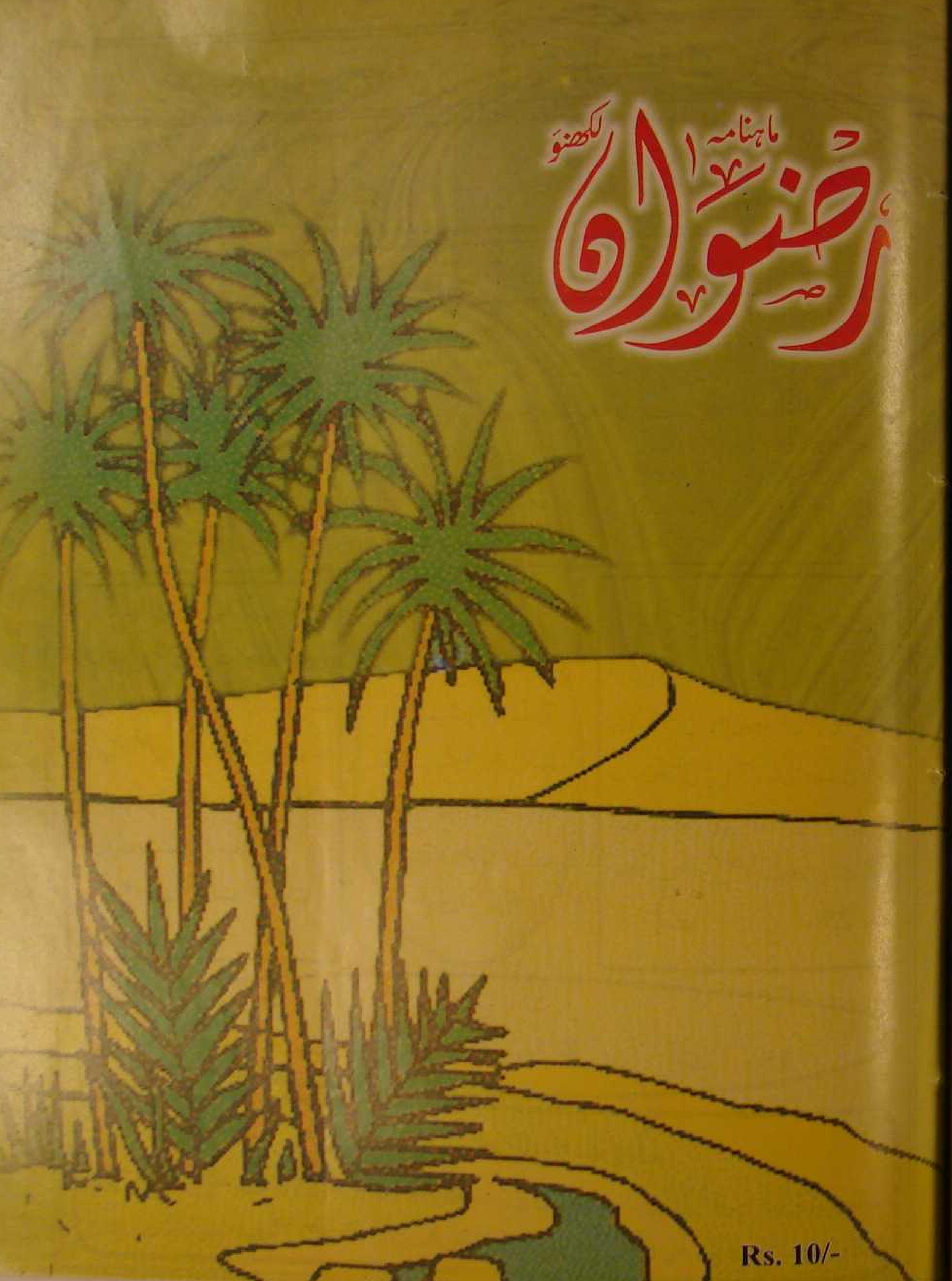

Rs. 10/-

LW/NP-184/2009-2011
R. N. 2416/57
Monthly
RIZWAN
Ph: 0522-2270406
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگزشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

● ایک تاریخی دستاویز ● ادبی مرقع ● دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولاناؒ کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۵۳	اپریل ۲۰۰۹ء	شمارہ ۴

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

● میمونہ حسنی ● عائشہ حسنی

● جعفر مسعود حسنی ● محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپئے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپئے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۱۷۲/۲، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9336932231

فہرست مضامین

● اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
● حدیث کی روشنی میں	امۃ اللہ تسنیم	۴
● معاشرہ کی اصلاح میں حدیث اور سنت نبویؐ	مولانا سید رابع حسنی ندوی	۶
● حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	محمود احمد غضنفر	۱۰
● محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے	محمد قمر الزماں ندوی	۱۴
● نظر کی تاثیر	علامہ سعدی	۱۸
● اپنی اولاد کی آخرت کی بھی فکر کیجئے!	عبید اللہ خالد	۲۱
● دینداری کے دو دشمن حرص اور حب جاہ	ترجمہ : مولانا اعجاز احمد اعظمی	۲۲
● موت سے کس کو رستگاری ہے!	مسرت پروین	۲۵
● تاریکی سے روشنی تک	محمود بے مصری	۲۷
● خدمت خلق اسلام کی نظر میں	مولانا عبد العلیم ندوی	۲۹
● اچھی صحبت اختیار کریں	مولانا نثار احمد حصیر القاسمی	۳۰
● مومن ایک آئینہ ہے	مولانا یونس پالنپوریؒ	۳۲
● انفاق فی سبیل اللہ	زرینہ لئیق	۳۴
● ایک گھر	عقیلہ رافع عثمانی	۳۶
● میں پادری سے مولوی کیسے بنا؟		۳۸-۳۹

اپنی بہنوں سے

مدیر

یہ بڑے شکر کی بات ہے کہ اس دور میں اسلام کی خدمت میں مسلم خواتین بھی حصہ لے رہی ہیں، اور اپنی بہنوں اور اپنی اولاد کو دین کی طرف متوجہ کررہی ہیں۔ اور بری باتوں، بے دینی اور انسانیت کش مغربی تہذیب سے بچانے کی کوشش کررہی ہیں۔

اب تک غلط فہمی سے خدمت اسلام کا کام مردوں کے ساتھ مخصوص ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے دین کی خدمت اور اصلاح وتربیت کے کام میں خلل پڑنے لگا تھا، ملت اسلامیہ کا نصف حصہ اس اہم فریضہ سے غافل ہوگیا تھا، اور اس دینی کام میں وہ تیزی باقی نہیں رہی تھی جو قرون اولیٰ میں تھی۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ شروع سے ہی دینی خدمات میں خواتین پوری طرح حصہ لیتی تھیں، صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ صحابیاتؓ بھی دین اور علم دین کی اشاعت میں مصروف رہتی تھیں۔ یہاں تک جہاد میں شرکت کرتی تھیں۔ اور وہاں جو خدمات ان کے لائق تھیں ان کو انجام دیتی تھیں، زخمیوں کو پانی پلانا، مرہم پٹی کرنا، مجاہدین کی مدد کرنا ان کا خاص کام ہوتا تھا۔

عام حالات میں احادیث کی روایت کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ انہوں نے سنا وہ دوسروں تک پہنچانا اپنا دینی فریضہ سمجھتی تھیں۔ صحابیاتؓ کے زمانہ کے بعد بھی دوسرے زمانوں میں بھی خواتین کے طبقہ میں ہزاروں ایسی خواتین پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے محدثین سے حدیث کا علم سیکھا اور اس میں ایسی مہارت پیدا کی کہ بڑے بڑے علماء بھی ان سے حدیث سیکھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس طرح ہزاروں حدیثیں ان خواتین کے ذریعے دنیا میں پھیلیں اور ان کی ہر طرف اشاعت ہوتی۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہوئی کہ کئی صدیاں ایسی گزریں جن میں خواتین نے علم دین کے حصول میں اور اس کی اشاعت میں وہ سرگرمی نہیں دکھائی جو شروع کی صدیوں میں تھی جس کی وجہ سے حدیث اور دیگر علوم میں ان کا حصہ محدود ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔ اس کی وجہ سے امت کا بڑا نقصان ہوا، ایک نقصان تو یہ ہوا کہ علم دین غلط طور پر صرف مردوں سے مخصوص ہوگیا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ امت کا نصف حصہ علم اور دین کی خدمت سے محروم رہ گیا۔

ہماری بہنوں کو اب خصوصی طور پر قرآن وحدیث اور دیگر دینی علوم کے حصول میں پوری سرگرمی سے حصہ لینا چاہئے اور حصول کے بعد صحابیات کی طرح دین کی خدمت میں اپنا وہی کردار ادا کرنا چاہئے جو وہ گذشتہ صدیوں میں ادا کرتی تھیں۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

خیر اور آخرت کے کاموں میں سبقت

فتنوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک اعمال میں جلدی کرو۔ عنقریب رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے۔ صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، آدمی اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے نفع کے لئے بیچے گا۔ (مسلم)

آنحضرتؐ کی سونا رکھے رہنے سے بیقراری

حضرت عقبہؓ بن الحارث سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کے وقت نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور جلدی سے لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس قدر جلدی سے گھبرا گئے۔ جب آپ تشریف لائے اور ان کو اپنی جلدی کی وجہ سے تعجب کرتے دیکھا تو فرمایا کہ میں کچھ سونا رکھ کر بھول گیا تھا مجھے اس کا روک رکھنا ناپسند ہوا اس کی تقسیم کا حکم دینے گیا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کچھ سونا صدقہ کا گھر میں چھوڑ دیا تھا۔ مجھے ناپسند ہوا کہ اس کو رات گذارنے دوں۔

جنت کا شوق اور شہادت کی عجلت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ فرمایئے کہ اگر میں قتل کیا جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ آپ نے فرمایا جنت میں۔ پس جو کچھ ان کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں پھینک دیں، پھر جنگ شروع کردی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (بخاری۔ مسلم)

صدقہ کا صحیح وقت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ کون سا صدقہ اجر میں زیادہ بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ تم تندرست ہو، مال کی حرص رکھتے ہو، فقر سے ڈرتے ہو اور دولت کی امید کرتے ہو۔ پھر ڈھیل نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ حلق کی روح پہنچ جائے اور کہو یہ فلاں کے لئے ہے۔ یہ فلاں کے لئے ہے۔ حالانکہ وہ تو فلاں کے لئے ہو چکا۔ (بخاری۔ مسلم)

خیر میں ایک دوسرے سے مسابقت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار لی اور فرمایا یہ کون لے گا۔ ہر آدمی نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور ہر ایک کہتا تھا میں میں۔ آپ نے فرمایا کون اس کو حق کے ساتھ لے گا۔ یہ سن کر لوگ ہٹ گئے۔ حضرت ابودجانہؓ نے کہا میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لوں گا پھر اس کو لیا اور اس سے دشمنوں کے سر پھاڑ دیئے۔ (مسلم)

بد سے بدتر

حضرت زبیرؓ بن عدی سے روایت ہے کہ ہم انسؓ بن مالک کے پاس آئے اور ہم نے حجاج کی بدسلوکیوں کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا صبر کرو ہم ایسا زمانہ آئے گا کہ شر ہی شر ہوگا۔ یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملو۔ میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (بخاری)

انتظار کس بات کا ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سات چیزوں سے پہلے اچھے اعمال میں جلدی کرو، اگر ایسا نہ کروگے تو ایسے فقر کا انتظار کرو جو بھلا دینے والا ہو۔ یا ایسی دولت کا جو سرکش بنا دینے والی ہو یا ایسے مرض کا جو بگاڑ دینے والا ہو۔ یا ایسے بڑھاپے کا جو سٹھیا دینے والا ہو۔ یا ایسی موت کا جو کام تمام کردینے والی ہو۔ یا دجال کا جو نہایت بری غیر موجود چیز ہے، جس کا انتظار کیا جائے۔ یا قیامت کا۔ پس قیامت بہت سخت اور نہایت کڑوی ہے۔ (ترمذی)

دینی شرف کی خواہش اور ارمان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا البتہ یہ نشان میں ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو چاہتا ہے اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے سرداری کی اسی روز خواہش کی۔ میں اس امید پر اپنے کو بلند کرتا تھا کہ میں بلایا جاؤں گا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا ان کو وہی نشان دیا اور فرمایا جاؤ اور کسی طرف متوجہ نہ ہونا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم کو فتح دے۔ حضرت علیؓ کچھ دور چلے پھر ٹھہرے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے، وہیں سے آواز دی یا رسول اللہ میں کس بات پر لوگوں سے جنگ کروں۔ آپ نے فرمایا ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ گواہی دیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس اگر انہوں نے گواہی دے دی تو انہوں نے تم سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیا۔ ہاں جان و مال کے مطالبہ میں ان سے داد و گیر کی جاسکتی ہے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ (مسلم)

اللہ سے قربت اور اس کی محبوبیت کے آثار

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے دوست سے دشمنی رکھے گا اس سے لڑائی کا اعلان ہے اور میرے بندوں کا میرے فرائض سے نزدیکی حاصل کرنا جس قدر مجھ کو محبوب ہے اس قدر اور کسی نیکی کی نزدیکی مجھ کو محبوب نہیں۔ اور برابر میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ساتھ قریب ہوتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اس کو دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے گا تو میں اس کو پناہ دوں گا۔ (بخاری)

اللہ کی بندہ نوازی

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب میرا بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(بخاری)

دو نعمتیں ہیں جن کی قدر نہیں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ہیں جن میں بہت لوگ گھاٹے میں ہیں۔ تندرستی اور فرصت۔ (بخاری)

رسولؐ کی عبادت اور جذبہ شکر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہوتے تھے اور کھڑے کھڑے آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ میں نے کہا آپ یہ کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری۔ مسلم)

رمضان کے عشرہ اخیر کی شب بیداری

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخر عشرہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شب بیداری فرماتے اور گھر والوں کو جگاتے اور کمر کس کر تیار ہوجاتے۔

مولانا سید رابع حسنی ندوی

معاشرہ کی اصلاح میں حدیث اور سنت نبویؐ سے رہنمائی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں جن پر آخری صحیفہ آسمانی نازل ہوا اور جن پر آسمانی احکام اور انسانی زندگی کو سنوارنے والے تعلیمات کو مکمل کیا گیا اور قیامت تک کے لیے اسی کو مکمل شریعت قرار دیا گیا۔

آپ پر نازل کیا جانے والا آخری صحیفہ قرآن مجید اور اس کے ساتھ آپ کا کلام اور آپ کا عمل جس کو سنت نبویؐ کہتے ہیں اسلامی شریعت اور دین کا مرجع ومنبع ہیں۔

انہیں دونوں سے دین وشریعت کے سارے احکام لیے جاتے ہیں اور ان کا ماننا مسلمان رہنے کے لیے لازم وضروری ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اہل ایمان تھے انہوں نے آپ کو ایمان کے ساتھ دیکھا اور سمجھا، ان کے قول وعمل کو بھی حدیث شریف کے تحت رکھا گیا کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو اور نمونہ تھے۔

اور حدیث شریف اصلاً عام اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے جس میں آپ نے حکم دیا اور وہ کلام ہے جس میں خود آپ کے عمل کا ذکر آیا، یا اپنے صحابی کے عمل کو آپ نے دیکھا اور منع نہیں فرمایا۔ اس طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ نے کس طرح زندگی گزاری اور آپ نے کس طرح معاملہ کیا، اور آپ نے کیا طرز اپنایا اور کیا رویہ اختیار فرمایا۔

اس طرح حدیث کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور آپ کا عمل اور کسی کو عمل کرتے ہوئے دیکھنا اور منع نہ کرنا، اس طرح کی حدیث کے لیے تقریر کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کو ہوتے ہوئے دیکھا اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اچھی تھی، جائز تھی اس لئے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ کسی کام کو ہوتا دیکھا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی تو یہ بھی حدیث میں داخل ہے، چنانچہ اس طرح کی حدیث شریف مسلمانوں کے لیے دستور حیات ہے۔

زندگی کا ہر معاملہ، زندگی کا ہر جز حدیث سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ یہی ہر ایک مسلمان کے لیے معیار ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو جو زندگی ملی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور براہ راست استفادہ سے جو نورانیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہیں، اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر جماعت روئے زمین پر کوئی نہیں، کوئی خواہ کتنا ہے نیک ہو، صحابی کے برابر نہیں پہنچ سکتا، اس لئے صحابہ کرام کو جو حیثیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو یہ تھا کہ براہ راست آسمان سے تعلق تھا، وحی آتی تھی، صحابہ کرام کا تعلق آسمان سے براہ راست نہ تھا لیکن اس شخصیت سے تعلق تھا جس کے پاس آسمان سے برابر احکام آتے تھے اور رہنمائی ہوتی تھی اس طرح سارے انسانوں میں سب سے بڑے اور افضل صحابہ کرام ہیں اور ان سے بہتر اور افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل وتقریر کے ساتھ صحابہ کا قول وفعل اور تقریر کو بھی نمونہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے ایک بات کو ماننا، چنانچہ مسلمان کے لیے قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کسی مسئلہ کے سلسلہ میں حکم نہ ہونے پر یہ بات کہ کسی صحابی نے اس کے بارے میں یہ کہا یا یہ کیا یہی دین بن جاتا ہے جہاں تک حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے کہ آپ نے ایسا کیا اور ایسا کہا یہ تو دین ہے ہی، اس کو تو ایک معمولی آدمی سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ دین ہے لیکن جاننے کی یہ بات بھی ہے کہ صحابہ نے بھی جو فرمایا وہ بھی دین ہے اس لئے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں سے استفادہ کیا تھا۔ اور صحابہ کا ایمان ویقین اس درجہ کو پہنچ چکا تھا کہ وہ غلط بات کہہ ہی نہیں سکتے تھے، جو کچھ دیکھا اسی کو مانتے بھی تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا ہوجانے کے بعد چاہے ایک لحمہ کا ہو ایمان کے ساتھ اگر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو وہ صحابی ہوگیا، صحابی ہونے کے بعد اس کا درجہ وہی ہوگیا جو صحابہ کرام کا درجہ ہے، دین کے سلسلے میں اس کی بات بھی دین بن جاتی ہے کیوں کہ وہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے اس لئے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اخذ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى" کہ آپ اپنے دل سے اور اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں، وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین دیا گیا وہ وحی کے ذریعہ آیا، وحی کا طریقہ کہ بعض وقت پوری سورتیں اور آئتیں آتی تھیں اور بعض وقت دل میں بات ڈال دی جاتی اور بعض وقت خواب میں دکھادیا جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی رسول تھے اور نبیوں کے خواب اللہ تعالیٰ نے سچے رکھے تھے۔ وہ غلط خواب نہیں دیکھ سکتے تھے جو دیکھتے تھے اس کی حیثیت آسمانی حکم وہدایت کی ہوتی تھی، اس طرح آپ کو حق بات پہنچائی جاتی تھی، کلام کی صورت مین اس کی دو شکلیں تھیں ایک تو وہ جو قران میں داخل کردی گئی، وہ وحی متلو ہے یعنی جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ جو قرآن میں داخل نہیں کی گئی، وہ وحی غیر متلو ہے، وحی مختلف طریقے سے آتی تھی، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری باتیں اوپر سے بتائی ہوئی اور دی ہوئی ہوتی تھیں، آپ دین کے تعلق سے کوئی بات اپنے دل سے نہ کہتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے جو وحی میں ان کو بتلائی جاتی "ان هو الا وحی یوحی" اسی لئے آپ کا جو کچھ کہا ہوا ہے وہ خالص اللہ کا کہا ہوا ہے، آپ نے جو کچھ کہا وہ گویا اللہ نے کہا، اسی طرح صحابی نے جو کچھ کہا وہی کہا جو اللہ کے رسول نے کہا، ان کو اللہ پر ایمان ویقین تھا، جو دین کے سلسلہ میں کوئی بات دل سے نہ کہتے تھے۔ وہ جو بھی کہتے اللہ کے رسول سے سن کر یا دیکھ کر کہتے تھے۔ مثلاً دیکھا کہ فلاں بات ہورہی تھی جس کو اللہ کے رسول نے دیکھ کر روکا نہیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کے رسول نے غلط نہیں سمجھا اس لئے نہیں روکا تو وہ کہیں گے کہ فلاں چیز جائز ہے، تو صحابہ کرام نے جو کچھ کہا اور کیا وہ اللہ کے رسول نے کہا اور کیا، اور اللہ کے رسول نے جو کچھ کہا وہ گویا اللہ کی طرف سے ان کے دل میں بات ڈالی گئی یا ان کو پہچائی گئی۔

اللہ کے رسول کا طرز عمل اور طرز زندگی یہ دونوں دین ہے، اور اسی سے مختلف علوم نکلتے ہیں۔ اسی سے فقہ نکلی ہے، فقہ کیا ہے؟ مسئلے مسائل عبادت اور اوامر ہیں، نماز میں قیام کیسے ہونا چاہئے رکوع کیسا ہونا چاہئے کیا پڑھنا چاہئے اور کس طرح پڑھنے کی ضرورت ہے، فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے نماز، روزہ، زکوۃ حج وغیرہ کے مسائل فقہ میں ملیں گے۔

اور وہ اعمال جن کا طرز عمل طریقہ کار فقہ نہیں بتلاتی وہ عام اخلاقی ہیں، عام عبادات ہیں، اور طور وطریق ہیں اور یہ سب بھی حدیث میں ملتے ہیں جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وعظ فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات کی مذمت فرمائی اور فلاں کام کو اچھا اور نیک کام بتایا، یہ سب باتیں عام اخلاق میں آتی ہیں۔

اس حدیث کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا مؤثر وعظ فرمایا کہ سب کی آنکھیں بہنے لگیں اور سب لرز اٹھے روایت میں آتا ہے کہ "وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون"

وجل اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں لرزہ پیدا کردے، خوف کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، عربی میں اس کے مختلف الفاظ ہیں، خوف کے لیے حذر اور ذعر کا بھی لفظ آتا ہے، وجل اور خشیت کا بھی لفظ آتا ہے، ان سب میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کے موقع استعمال بھی الگ الگ ہیں کہ کس کیفیت میں کون سا لفظ زیادہ بہتر ہے، عام خوف کو خوف کہتے ہیں، لیکن جب کسی چیز کو دیکھ کر اچانک خوف آجائے اس کو ذعر کہتے ہیں، خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں احترم کے جذبہ کے ساتھ ہو، وجل اس خوف کو کہتے ہیں کہ جس میں آدمی لرز جائے۔ تو صحابہ کرام کا ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب آپ سے جنت کا یا جہنم کا ذکر سنتے تھے تو لرز جاتے تھے۔ ان کا ایمان اتنا قوی تھا کہ جنت کا ذکر ہوتا تھا تو گویا جنت ان کو نظر آرہی ہے اور اگر دوزخ کا ذکر ہوتا تو گویا دوزخ نظر آرہی ہے، آگ لپکتی ہوئی نظر آرہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگ ہماری طرف بڑھ رہی ہے اور کہیں ہمیں چھونہ لے، یہ کیفیت صحابہ کرامؓ کی ہوتی تھی اس کیفیت کے بعد کیا دل ان کا لرز نہیں جائے گا؟ آپ سو رہے ہوں اور آگ لگ گئی اور اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی طرف بڑھ رہی ہے اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو آپ کا دل لرز جائے گا، معلوم ہوا کہ موت سامنے ہے، یہ کیفیت صحابہؓ کی ہو جاتی تھے اس لئے ان کا ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جو چیزیں ہم پڑھتے ہیں اور اس کو علمی طور پر مان لیتے ہیں، دل کی گہرائیوں میں نہیں اترتا، لیکن ان کو اس پر اتنا یقین ہوتا تھا کہ جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی وہ موثر تھی، سننے والے آپ کے صحابی تھے، ایسے ایمان والے تھے کہ سن کر بے حد متاثر ہوئے اور ڈر گئے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا وعظ فرمایا جیسے کہ آپ آخری وعظ فرما رہے ہوں، اور اتمام حجت کر رہے ہوں اور جس کے بعد کچھ کہنا نہیں کہ یہ آخری بات ہے جو کہہ رہے ہیں آپ کچھ نصیحت کیجئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وان تامر علیکم عبد“

(میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ہدایت دیتا ہوں کہ دل میں خدا کا ڈر پیدا کرو اور بات سنا کرو اور مانا کرو جس طرح وہ شخص کرتا ہے جو کسی با اختیار آقا کا غلام ہو۔ یہ ایسی حدیث ہے کہ خاص طور پر اس زمانے کے لیے اس میں بہت روشنی ہے یہ زمانہ ایسا ہے کہ خود غرضی اور آپس میں تعلقات کی خرابی، اور ایک دوسرے سے کشمکش اور لڑائی، اور ایک دوسرے کی مخالفت مسلمانوں میں نہایت عام ہوگئی ہے۔ لیڈر لیڈر سے لڑ رہے ہیں، واعظ وعلماء تک آپس میں لڑ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ اسی لئے فرمایا کہ آپ کو اللہ کی طرف سے یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اس امت پر ایسے دور آئیں گے اور یہ بات اسی زمانہ میں نہیں بلکہ اس سے پہلے سے ہوتی رہی ہے تو حضور کو اللہ کی طرف سے یہ بات بتلا دی گئی تھی کہ امت ان حالات سے گزرے گی، اس لئے آپ نے اس سے خبردار کیا کہ دیکھو ایسے حالات پیش آسکتے ہیں، اس میں تم کو کیا کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور جو شخص خدا سے ڈرے گا جس کو واقعی ڈرنا کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ ڈرتے تھے تو وہ اس طرح کی چیزوں میں نہیں پڑے گا، مثال کے طور پر آگ سے ڈر رہے ہیں خدانخواستہ آگ لگ گئی آپ کا مخالف بھی پہنچ گیا ہے تو کیا ایسے موقع پر آپ اپنے مخالف سے دشمنی کریں گے؟ نہیں کریں گے بلکہ دونوں مل کر بچنے کی کوشش کریں گے، اور اس وقت دونوں متفق ہوجائیں گے، دونوں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے کہ بھائی آگ لگ رہی ہے اس کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت ہم اپنے اختلافات نہیں دیکھیں گے، اس وقت ہم دونوں مل جائیں گے۔

صحیح مومن اللہ کے غضب وناراضی سے اسی طرح ڈرتا ہے اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے، اس کی پکڑ سے ڈرتا ہے اور اللہ سے اس طرح ڈرنے کا سبب یہ بنتا ہے کہ اللہ نے کہ قیامت کے دن ہم تمہارا

حساب لیں گے اور تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دیں گے، اگر برے اعمال ہیں تو جہنم اور اگر اچھے اعمال ہیں تو جنت دیں گے اس میں پورا پورا معاملہ ہوگا، وہاں رعایت نہیں، اگر بعد میں اللہ رحم فرمادے تو اس کا فضل ہے، کوئی اسے روک نہیں سکتا، تو جب ہم کو اس پر واقعتا یقین ہوگا اور خدا سے واقعتا ڈر ہوگا تو ہمیں بے حد فکر اس کی ہوگی کہ اللہ ہم سے ناراض نہ ہو، جب اللہ کی رضامندی یا ناراضگی کی فکر ہوگی تو یہ سب چیزیں چھوٹ جائیں گے کہ فلاں نے ایسا کردیا، فلاں نے ایسا کہا، مومن سوچتا ہے کہ فلاں نے ایسا ویسا اگر کردیا تو کتنا نقصان کیا، اس سے زیادہ نقصان تو اس میں ہے کہ آدمی اپنے عمل کے نتیجے میں جہنم میں پہنچ جائے ہماری دنیا کتنی ہے اور کیا اہمیت رکھتی ہے، وہ اگر برباد ہوجائے تو کتنا نقصان ہے، اللہ سے ڈرنے والا یہ دیکھتا ہے ہماری دنیا برباد ہوجائے لیکن ہماری آخرت سنور جائے جہاں ابدی الاباد کی زندگی گزارنی ہے، صحابہ کرامؓ کے دل کی کیفیت یہی بن گئی تھی جب ان کو جہنم سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ واقعی ڈر جاتے تھے اور خوف زدہ ہوجاتے تھے اور آنسو جاری ہوجاتے تھے اور ان باتوں میں پڑنے یا کرنے سے دور بھاگتے تھے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، قرآن مجید میں تلقین آئی ہے کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے فرمایا: ”اتقو الله حق تقاته“۔ اور ایسا ڈر واقعی پیدا ہوتا ہے تو بس آپس کے اختلافات لڑائیاں شکایات اور یہ کہ ان کو زیادہ اور ہم کو کم دیا گیا، ہمارے ساتھ ظلم کیا گیا، خود غرضی کی گئی، یہ سب ماند اور کمزور پڑ جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقوی اختیار کرنے کی ہدایت کے بعد فرمایا کہ امیر کی بات سنو اور مانو اور جب مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو خوب مانتا ہوگا تو یہ حکم بھی مانے گا اور سب لوگ امیر کی باتیں ماننے لگیں تو جھگڑا ختم ہوجائے گا اور غلط کام بھی ختم ہوجائے گا، فرمایا: ”انه من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا“ کہ بعد میں جو زندہ رہیں گے جب کہ ایمان کی کمزوری آجانے پر اختلافات اثر انداز ہونے لگیں گے تو وہ لوگ بڑا اختلاف دیکھیں گے، ایک دوسرے سے مخالفت اور نفرت رکھنے والے لوگ ہونے لگیں گے ایسے وقت میں تم کو وصیت کرتا ہوں ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین“ کہ میرا طریقہ اور خلفائے راشدین کا طریقہ اختیار کرو اور اس پر نظر رکھو کہ میں نے کیا کیا اور ایسے موقع پر صحابہؓ نے کیا کیا۔ خاص طور پر خلفاء راشدین کو دیکھو۔

سنت کے معنی طریقہ عمل کے ہیں اور ”السنة“ سے مراد سنت رسولؐ ہے اور سنت کی اضافت جس کی طرف کی جائے اس کی سنت اور اس کا طریقہ ہوجاتا ہے تو آپ کا یہ فرمانا کہ میری سنت پر عمل اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو یعنی میرے طریقے کو دیکھو اور اختیار کرو اور صحابہ کے طریقہ کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو، اگر میرے طریقہ پر عمل کروگے اور خلفائے راشدین کے طریقے کو سامنے رکھوگے تو آپسی اختلافات اور کشمکش، مصیبت اور آفت سے بچ جاؤ گے اور فرمایا کہ ”عضو علیها بالنواجذ (اس کو دانتوں سے پکڑو) یہ عربی کا محاورہ ہے اردو میں کہتے ہیں اسکو دانتوں سے پکڑنا (یعنی کس کے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینا) عض کے معنی دانت سے انسان کے گوشت یا جسم کو دبا لینا جیسے دانت سے کاٹنے والا جانور دانت سے ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ دبا لیتا ہے، اسی سے ایک دوسرا محاورہ عربی میں انگلیوں کو دانت سے دبانے کا ہے، اسی سے ”عضو الانامل“ آتا ہے یہ بھی محاورہ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب آدمی کسی بات پر رنج وافسوس میں ہو اور دانت سے انگلیوں کو دبا رہا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر کے محاورہ میں یہ فرمانا تھا کہ میرے سنت اور صحابہ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑلو، اگر ایسا کروگے تو خطرے سے بچ جاؤگے۔

”وایاکم ومحدثات الامور“ دین کے معاملہ میں نئی نئی باتیں ایجاد ہوں تو ان سے بچو ”وایاکم ومحدثات الامور“

(بقیہ......۲۶......صفحہ پر)

محمود احمد غضنفر

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

سعدیہ بن ثعلبہ اپنی قوم بنو معن سے ملاقات کے لئے اپنے بیٹے زید بن حارثہؓ کے ہمراہ روانہ ہوئی، وہ اپنی برادری کے ایک گھر میں ابھی فروکش ہوئی ہی تھی کہ بنی قین کے ڈاکوؤں نے لوٹ مار شروع کردی، ان کا مال اپنے قبضے میں لے لیا، مویشی ہانک کر لے گئے اور بچوں کو قید کرلیا۔ ان قیدیوں میں زید بن حارثہؓ بھی تھے اس وقت ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی وہ انہیں فروخت کرنے کے لئے عکاظ منڈی میں لے گئے، ایک دولت مند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے چار سو درہم میں انہیں خرید لیا، اس کے علاوہ اس نے اور بھی غلام خریدے اور ان سب کو اپنے ہمراہ مکہ معظمہ لے آیا، جب اس سردار کی آمد کا حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کو پتہ چلا تو وہ اسے خوش آمدید کہنے کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئیں، کیوں کہ رشتے میں یہ اس کی پھوپھی تھیں، حکیم بن حزام نے کہا: پھوپھی جان! میں عکاظ کی منڈی سے کافی تعداد میں غلام خرید کر لایا ہوں، ان میں سے جو غلام آپ کو پسند ہو اسے میں آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر کے خوشی محسوس کروں گا، سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے تمام غلاموں کو دیکھا اور ان میں سے زید بن حارثہ کا انتخاب کیا، کیوں کہ ذہانت اور شرافت ان کے چہرے سے ٹپکتی تھی، تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت خدیجہؓ نے سردار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرلی، اس موقع پر آپ کی خدمت اقدس میں حضرت خدیجہؓ نے تحفہ پیش کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں زید بن حارثہؓ سے بہتر کوئی چیز دکھائی نہ دی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید کو بطور تحفہ پیش کردیا۔ اس طرح یہ خوش نصیب غلام آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع اخلاق سے فیضیاب ہونے لگا۔

ان کی غمزدہ ماں کو پل بھر کے لئے چین نہ آرہا تھا، وہ ان کی گمشدگی کے غم میں رو رو کر بے حال ہو چکی تھیں، کبھی آنسو خشک نہ ہوتے، اپنے لاڈلے بیٹے کی محبت کا شعلہ جوالہ دل پر مسلسل دہکتا رہا، غم واندوہ کے ایسے مہیب بادل چھائے کہ چھٹنے کا نام نہ لیتے، ہر وقت اسی سوچ میں غلطاں و پریشاں رہتیں، کیا میرا لخت جگر زندہ ہے کہ اس کی آمد کا انتظار کروں؟ یا فوت ہو چکا ہے کہ ناامید ہو جاؤں باپ نے اپنے لخت جگر کی تلاش میں ملک کا کونہ کونہ چھان مارا، ہر گزرنے والے قافلے سے پوچھتے کہ لوگو! مجھے بتاؤ میرا لخت جگر کہاں ہے؟ میرے نور چشم کو زمین نگل گئی یا آسمان اچک کر لے گیا؟

بعض اوقات غم واندوہ میں مبتلا ایسے دلدوز انداز میں شعر کہنے لگتے کہ سننے والوں کے جگر چھلنی ہو جاتے، بطور مثال کے چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

میں اپنے لخت جگر کی گمشدگی پر آنسو بہاتا ہوں، مجھے علم نہیں کہ اس پر کیا گزری کیا وہ زندہ ہے کہ اس کی آمد کا انتظار کروں؟ یا موت کے بے رحم پنجے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا؟

''بخدا! میں نہیں جانتا میرے بیٹے تجھے کیا ہوا؟ میں تو ہر راہی سے پوچھتا ہوں، تجھے نرم زمین نے اپنے دامن میں چھپا لیا یا بلند و بالا پہاڑ نے۔''

''آفتاب اپنے طلوع کے وقت بیٹے کی یاد دلاتا ہے اور غروب کے وقت پھر اس کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔''

میں روئے زمین پر تیری تلاش میں اونٹ پر سوار سرگرداں پھر رہا ہوں اور میں اس سرگردانی سے نہیں اکتاؤں گا۔''

''بیٹے زندگی بھر تیری تلاش جاری رکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، بالآخر ہر شخص کو فنا ہونا ہے اگر چہ امیدیں اسے دھوکے میں مبتلا رکھیں۔''

ایک سال حج کے موقع پر زید بن حارثہ کے خاندان کے چند افراد مکہ مکرمہ میں آئے وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر زید بن حارثہؓ پر پڑی، انہوں نے انہیں پہچان لیا اور زیدؓ نے بھی انہیں پہچان لیا، آپس میں ایک دوسرے کے حالات معلوم کیے، جب وہ حج سے فارغ ہوئے اور اپنے وطن واپس لوٹے تو ان کے باپ حارثہ کو اطلاع دی کہ آپ کا بیٹا زندہ سلامت ہے اور وہ اس وقت مکہ میں ہے، ہم نے بچشم خود اسے دیکھا اس سے باتیں کیں اور ان کے حالات معلوم کیے ہیں۔

خوشی کی یہ خبر سن کر حارثہ نے فوراً اپنی سواری تیار کی، کچھ نقدی بھی اپنے ساتھ لے لی تاکہ بطور فدیہ ادا کی جاسکے اور اپنے بھائی کعب کو ہمسفر بنایا، دونوں تیز رفتاری کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی آپ بیت اللہ کے ہمسایہ ہیں۔ مانگنے والوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، بے کسوں کی فریاد کرتے ہیں، ہم آپ کی خدمت اقدس میں اپنے بیٹے کے لئے حاضر ہوئے ہیں ہم نور چشم کو حاصل کرنے کے غرض سے، بہت سامال بھی لائے ہیں، خدارا ہم پر کرم کیجئے۔ جو آپ اس کی قیمت لینا چاہیں ہم بخوشی دینے کو تیار ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: کون ہے تمہارا بیٹا جس کا مطالبہ کر رہے ہو؟

عرض کی: آپ کا غلام زید بن حارثہؓ۔

آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی تجویز دوں جو فدیہ سے کہیں بہتر ہو؟

دونوں نے تعجب سے پوچھا وہ کیا؟

آپ نے فرمایا میں اسے تمہارے سامنے بلاتا ہوں۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو اسے اختیار ہے بڑی خوشی سے لے جائیں، میں اس کے بدلے کچھ بھی نہیں لوں گا لیکن اگر اس نے میرے پاس رہنے کو ترجیح دی تو پھر میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔

یہ تجویز سن کر دونوں خوشی سے بولے: آپ نے عدل وانصاف کا حق ادا کر دیا ہے، ہمیں آپ کی تجویز منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلایا اور دریافت کیا: یہ دونوں کون ہیں عرض کی: یہ میرے باپ حارثہ بن سرحبیل ہیں اور یہ میرے چچا کعب ہیں۔

آپ نے فرمایا: میری طرف سے تمہیں اختیار ہے ان کے ساتھ چلے جاؤ یا میرے پاس رہو۔

حضرت زیدؓ نے یہ فرمان سنتے ہے بغیر تردد کے عرض کی۔ حضور میں تو آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔

باپ نے بیٹے کے منہ سے یہ کلمات سنے تو کہا: زید بڑے افسوس کی بات ہے، کیا تو اپنے ماں باپ پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے۔

زید نے کہا: اباجان! میں نے یہاں حضور علیہ السلاۃ والسلام کے جن اوصاف حمیدہ کا مشاہدہ کیا ہے اور جس طرح آپ مشفقانہ انداز میں میرے ساتھ پیش آتے ہیں، میں ان سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں، لہٰذا میں انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کا یہ انداز دیکھا اور اس کی طرف سے والہانہ محبت کے مظاہرے کا مشاہدہ کیا تو آپ بہت خوش ہوئے، جلدی سے اٹھے اس کا ہاتھ پکڑا سیدھے بیت اللہ تشریف لے گئے، سرداران قریش کے سامنے بآواز بلند ارشاد فرمایا:

اے خاندان قریش گواہ رہنا، یہ میرا بیٹا ہے یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ یہ اعلان سن کر حضرت زیدؓ کے چچا اور باپ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہوئے بہرحال یہ خوش آئند اعلان سن کر شاداں وفرحاں اپنے گھر روانہ ہوگئے،

اس دن سے زید بن حارثہ کو زید بن محمد کے نام سے پکارا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا "ادعوھم لآباءھم۔" اس حکم خداوندی کے نزول کے بعد آپ کو زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

حضرت زید بن حارثہؓ نے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ کو اپنے ماں باپ پر ترجیح دی تھی، اس وقت انہیں یہ علم نہ تھا کہ انہوں نے کون سی غنیمت حاصل کی ہے، وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند مرتبہ پر فائز ہونیوالے ہیں یا آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جائے گا اور آپ کو پوری دنیا کی رہنمائی کے لئے رسول بنا کر بھیجا جائے گا؟ انہیں یہ کبھی خیال تک نہ تھا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں آسمانی حکومت روئے زمین پر قائم ہوگی اور خطہ ارض کو عدل وانصاف اور امن وسکون کا گہوارہ بنادے گی اور انہیں اس عظیم سلطنت کے عالیشان محل کی پہلی اینٹ بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل وشرع والا ہے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ پر ترجیح دینے کے واقعے پر ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو توحید خالص اور دین حق کا پیغام دینے کے لئے رسالت کے عظیم منصب پر فائز کردیا، زید بن حارثہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی شرف انسانی ہوسکتا ہے، جس کے حصول کے لئے بڑھ چڑھ کر کوشش کی جائے، حضرت زید بن حارثہؓ کو راز داران رسولؐ اور سپہ سالار لشکر اسلام بننے کا اعزاز حاصل ہوا اور مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا عظیم شرف بھی ان کے حصے میں آیا، آپؐ ایک غزوہ میں شرکت کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے۔ جس طرح حضرت زید بن حارثہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت کا مظاہرہ کیا اسی طرح آپ بھی ان سے شفقت بھرے انداز سے پیش آئے، اور انہیں اپنے خاندان کا ایک فرد بنالیا، جب کسی مشن کے لئے حضرت زید بن حارثہؓ روانہ ہوتے تو آپ ان کے لئے دعا کرتے، جب اس مشن سے واپس لوٹتے تو آپ دلی مسرت کا اظہار کرتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زید بن حارثہؓ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے زید بن حارثہؓ ایک سفر سے واپس مدینہ منورہ آئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی، آپ جلدی سے دروازہ کھولنے کے لئے اٹھے، دروازہ کھولا تو سامنے زید بن حارثہؓ کو کھڑے پایا، آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہیں گلے لگایا، ماتھا چوما، بخدا میں نے پوری زندگی اس طرح کسی صحابی کو خوش آمدید کہتے ہوئے نہیں دیکھا، اسی لئے حضرت زید بن حارثہؓ مسلمانوں میں حبیب رسول خدا کے نام سے معروف تھے، اور صحابہ نے حضرت زیدؓ حضرت زید کے بیٹے کو فرزند حبیب خدا کا نام دے رکھا تھا۔

۸ھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایک جانثار اور اولاد کی طرح پیارے صحابی کی جدائی میں مبتلا کرے۔

ہوا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر کو ایک خط دے کر شاہ بصریٰ کی طرف روانہ کیا تاکہ اسے اسلام کی طرف دعوت دی جائے، جب حضرت حارث بن عمیرؓ یہ خط لے کر اردن کی مشرقی جانب مقام "موتہ" پہنچے تو وہاں امیر غسانہ شرجیل بن عمرو آپ کے سامنے آیا اور انہیں گرفتار کرکے قتل کردیا، یہ اندوہناک خبر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا تین ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر موتہ کے لئے روانہ کیا اور اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ کو مقرر کیا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر زیدؓ

شہید ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالب کو لشکر کی قیادت سونپ دی جائے اور اگر جعفرؓ شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو قائد لشکر بنادیا جائے اور اگر انہیں بھی شہید کردیا جائے تو پھر مجاہدین اسلام اپنے میں سے جسے بہتر سمجھیں اپنا قائد بنالیں۔

لشکر اسلام اللہ کا نام لے کر روانہ ہوا۔ اردن کی مشرقی جانب "معاون" مقام پر پہنچا تو شاہ روم ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے میں اترا اور اس کے ساتھ مشرکین عرب میں سے ایک لاکھ افراد شامل ہوگئے اور لشکر خم ٹھونک کر مسلمانوں کے بالمقابل آ کھڑا ہوا۔

مسلمان "معاون" مقام پر دو راتیں آپس میں مسلسل مشورے اور جنگی نقطۂ نگاہ سے منصوبہ بندی کرتے رہے، ایک مجاہد نے رائے دی کہ ہمیں دشمن کی تعداد کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ خط اطلاع دینی چاہئے اور آپ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے۔

دوسرے نے کہا:

خدا کی قسم نہ تو ہم تعداد کے بل بوتے پر لڑتے ہیں اور نہ ہی قوت اور کثرت کی بنیاد پر! ہم تو صرف اس دین متین کی حفاظت کے لئے برسرپیکار ہیں۔

میرے ساتھیو! جو مقصد لے کر میدان جہاد کی طرف نکلے ہو ہمیشہ اسے پیش نظر رکھو اللہ تعالیٰ نے دو انعامات میں سے ایک کی تمہیں ضمانت دی ہے۔

یا فتح نصیب ہوگی...... یا پھر جام شہادت نوش کروگے۔

مقام "موتہ" پر دونوں فوجیں بالمقابل آئیں۔ لشکر اسلام صرف تین ہزار افراد پر مشتمل تھا لیکن دشمن کی فوج دو لاکھ افراد پر مشتمل تھی، اس جنگ میں مسلمان ایسے بے جگری سے لڑے کہ رومی فوج کے چھکے چھڑا دیئے، دشمنوں کے دلوں پر لشکر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ جھنڈے کی حفاظت کے لئے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ نے ایسی جوانمردی کے ساتھ جنگ لڑی کہ جنگی کارناموں کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بالآخر دشمن کے نیزوں نے آپ کے جسم کو چھلنی کردیا اور آپ شہید ہوگئے، ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ نے تھام لیا اور اس کی حفاظت کے لئے بڑی جانفشانی سے دشمن کے مقابلے میں نبرد آزما رہے۔ یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا، ان کے شہید ہوجانے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور ایسی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے، لیکن بالآخر لڑتے لڑتے اللہ کو پیارے ہوگئے، ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار منتخب کیا گیا، ابھی آپ نئے نئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے لیکن آپ نے اپنے تجربات کی بنا پر ایسی جنگی تدبیر اختیار کی کہ لشکر اسلام کو ہزیمت سے بچالیا۔

جب جنگ "موتہ" کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور لشکر اسلام کے تین سپہ سالاروں کی شہادت کا علم ہوا تو آپ اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی آپ کو اس طرح حالت غم میں نہیں دیکھا گیا اور آپ خبر سنتے ہی فوری طور پر تعزیت کے لئے ان کے اہل خانہ کے پاس گئے۔

جب آپ حضرت زید بن حارثہؓ کے گھر پہنچے تو ان کی چھوٹی بیٹی آپ سے چمٹ کر زار وقطار رونے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبدیدہ ہوگئے، یہ منظر دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہؓ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی رو رہے ہیں:

یہ ایک حبیب کا اپنے حبیب کے غم میں رونا ہے۔

❖❖

بقیہ......دینداری کے دو دشمن

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں شرعی لباس پہن کر زہد کا اظہار کرنا، اسی کے لئے درست ہوسکتا ہے، جس کا قلب تعلقات دنیا سے بالکل فارغ ہوچکا ہو، حتیٰ کہ ظاہراً جتنی قیمت کا لباس اس کے جسم پر ہے، دل میں اس سے زیادہ کی خواہش ہرگز موجود نہ ہو، تاکہ ظاہر و باطن میں یکسانیت قائم رہے۔

●●

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

محمد قمر الزماں ندوی
استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاب گڑھ

ایک مومن کے کامل اور سچا مومن ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کے دل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت اور صحیح عشق ہو۔ وہ اپنی خواہشات کو اپنی چاہت کو احکام شریعت اور ذات رسالت کے لئے فنا کردینے والا ہو اس کی نگاہوں میں والدین، لڑکے اور سارے لوگوں کے مقابلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا لایومن احدکم حتی اکونو احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ! ہر ایک کی محبت مغلوب ہوچکی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اپنی ذات سے تعلق زیادہ ہے آپؐ نے فرمایا عمر ابھی نہیں حضرت عمر نے قدرے توقف کے بعد فرمایا کہ اب تو اپنی ذات سے زیادہ آپ کی محبت معلوم ہوتی ہے فرمایا ہاں اب (ایمان مکمل ہوا)

الغرض ایمان کی تکمیل جبھی ممکن ہے اور ایک مسلمان پورا مومن تب ہی ہوسکتا ہے کہ دنیا کے تمام رشتوں سے اور دنیا کے تمام انسانوں سے حتی کہ اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو رسولؐ سے محبت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کا یہ حال تھا کہ مشرکین مکہ نے بھی اس کی گواہی دی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ سے گفتگو کرکے مشرکین مکہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے عرب وعجم کے بادشاہوں کو دیکھا ہے۔ ان کے درباروں میں گیا ہوں لیکن بخدا میں نے محمدؐ کے ساتھیوں کو جتنا محمد کا فدائی دیکھا اس کی مثال مجھے کہیں نہیں ملی وہ تھوکتے ہیں تو تھوک زمین پر گرنے نہیں پاتا، وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی وہ اپنے ہاتھوں میں لے کر ملتے ہیں۔

حضرت خبیبؓ کو جب پھانسی پر لٹکایا گیا تو کسی مشرک نے کہا کہ ہاں اب تم یہ سوچتے ہوگے کہ (معاذ اللہ) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ ہوتے اور تم چھوٹ جاتے حضرت خبیبؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ آپ کے قدم مبارک میں کانٹا چبھے اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرات صحابہؓ کی محبت وعقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ کے چشم آبرو کے وہ منتظر رہتے حکم اور اشارہ ملتے ہی پہلے مرحلے میں عمل شروع فرمادیتے کبھی کبھی تفصیل ووضاحت اس کے بعد میں ہوتی چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے حضرت ابو مسعود مسجد نبوی کے دروازے تک پہونچے تھے کہ آپؐ نے اعلان فرمادیا کہ تمام لوگ بیٹھ جائیں وہ وہیں بیٹھ گئے آپؐ نے فرمایا اندر آجاؤ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے ارشاد کے بعد اس کی گنجائش ہی کہاں تھی کہ ام عبد کا بیٹا کھڑا رہتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خطاب اور لقب ہی اس بنا پر ملا کہ وہ سب رسولؐ کے اتنے عاشق اور چاہنے والے تھے کہ دنیا کی تمام چاہتیں ان پر قربان تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے حکم کے منتظر نہیں رہتے کوئی علامت یا اشارہ بھی مل جاتا جس سے آپ کے رجحان اور قلبی میلان کا پتہ چلتا تو فوراً اسے اپنے سینے سے لگالیتے اور اسی وقت اس پر عمل شروع کردیتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں

تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک انصاری صحابی کے دروازے پر نظر پڑی جس پر ایک خوبصورت سا قبہ بنا ہوا تھا جس سے بظاہر دنیاوی ٹیپ ٹاپ کا احساس ہورہا تھا۔ صحابہ کرامؓ سے آپؐ نے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ فلاں شخص کا یہ مکان اور قبہ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کا مال اس کے مالک کے لئے قیامت کے دن وبال جاں ہوگا۔ اس قبہ کے مالک انصاری صحابی کو جب آپ کی کراہت اور ناپسندیدگی کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً قبہ توڑ دیا۔ دوبارہ جب رسولؐ کا اس راستے سے گزر ہوا تو قبہ نظر نہیں آیا آپؐ نے قبہ کے بارے میں صحابہ کرام سے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ کی ناپسندیدگی کے سبب اس نے قبہ توڑ دیا آپؐ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اللہ اس پر رحم کرے (ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ ایک دن رسولؐ نے مجھ کو کسم کا رنگا ہوا گلابی رنگ کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں اس ارشاد گرامی سے سمجھ گیا کہ آپ نے میرے اس کپڑے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا چنانچہ میں فوراً گیا اور اس کپڑے کو جلا ڈالا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے اس کپڑے کو کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو جلا ڈالا آپؐ نے فرمایا تم نے اس کپڑے کو اپنی کسی عورت کو کیوں نہیں دیا کیوں کہ عورت کیلئے اس قسم کے کپڑے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے اور انہی کے واسطے سے پوری دنیا میں اسلام کی اشاعت ہونی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو منتخب بنایا تھا۔ اس جماعت کے دل ودماغ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کے جو گہرے نقوش ثبت ہوئے تھے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حضرات صحابہ کرام آپ کے جذبات ورجحانات پر بھی دل وجان سے قربان تھے۔ آپ کے فیصلے ان کے لیے آخری فیصلے ہوا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کی زندگی میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی معمولی صحابی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، ارشادات وفرمودات سے سر مو انحراف کیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عشق ومحبت اور جاں نثاری صرف مردوں ہی کے ساتھ نہیں تھی بلکہ صحابیات کے اندر بھی عشق نبی اور محبت رسول کا کامل جذبہ موجود تھا ان کے دلوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نفس کی قربانی خواہشات کی قربانی اور جذبات کی قربانی مکمل طور پر پائی جاتی تھی۔ جس کا اندازہ ذیل کے واقعے سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ بریدہ اسلمی نامی ایک صحابی بہت رنجیدہ خاطر ہوکر دربار رسالت میں حاضر ہوئے، چہرے سے حزن وملال ٹپک رہا تھا کچھ کہنا چاہتے تھے مگر جھجک رہے تھے ان کو جب آپؐ نے اس حال میں دیکھا تو شفقت سے پوچھا اسلمی! کیوں اس قدر مغموم ہو کون سے آفت آپڑی ہے اللہ نے چاہا تو تمہارا غم راحت میں بدل جائے گا۔ آپؐ کے اس محبت آمیز برتاؤ سے اسلمی کا دل بھر آیا اور کہا پیارے آقا! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! غلام کی مدت سے آرزو ہے کہ اس کی شادی ہوجائے لیکن اس کی یہ آرزو تو بس ایک خواب بن کر رہ گئی ہے۔ میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، جہاں بھی پیغام دیا، نفرت وحقارت سے ٹھکرا دیا گیا، اتنا کہنے کے بعد اسلمی کے چہرے پر دکھ کے آثار اور بڑھ گئے، محسن انسانیت سے رہا نہ گیا فرمایا ”اسلمی“ جاؤ معلوم کرو کہ اس وقت عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت کون سی لڑکی ہے؟ میں اس سے تمہاری شادی کراؤں گا۔“

اسلمی نے حیرت اور تعجب سے اپنے آقا کے الفاظ کو سنا اور نہایت لجاجت سے عرض کیا پیارے آقا! بدصورت کی کیا ایسی قسمت کہ کوئی معمولی لڑکی بھی مل جائے، آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیئے۔ سرکار نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا ”اسلمی! خدا

کی ذات پر بھروسہ رکھوان شاء اللہ عرب کی منتخب اور خوبصورت عورت سے تمہارا نکاح کرایا جائے گا۔ جاؤ تم تحقیق کرو اور مجھے اطلاع دو۔ اسلمی فرمان رسول قبول کرتے ہوئے نکل پڑے اور دریافت کر کے خبر دی کہ فلاں قبیلے کے سردار کی لڑکی سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسلمی جاؤ اور لڑکی کے باپ سے میرا اسلام کہو اور کہو کہ محمدؐ نے مجھے تمہاری لڑکی کے لیے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ اسلمی ان کے گھر گئے اور علیک سلیک کے بعد رسول کا یہ پیغام سنا دیا۔ اس پر لڑکی کے والد نے برانگیختہ ہو کر اسلمی کو بہت سخت و ست الفاظ کہے اور نہایت حقارت آمیز سلوک کر کے وہاں سے بھگا دیا وہ مایوس اور بوجھل طبیعت ہو کر لوٹنے لگے۔ ادھر لڑکی نے باپ کو یوں غصہ ہوتے دیکھ کر پوچھا! ابا جان کون آیا ہے اور آپ اس قدر خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ باپ نے بیٹی سے کہا تم بریدہ اسلمی کو جانتی ہو؟ بیٹی نے جواب دیا ہاں ابا جان اچھی طرح جانتی ہوں، عرب کا وہ بدصورت شخص جس کی بدصورتی ضرب المثل ہے بن گئی ہے۔ باپ نے لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے کہا: ہاں وہی آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تمہارے لیے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ تو آپ نے کیا جواب دیا؟ لڑکی نے چونک کر پوچھا۔ کیا جواب دیتا جھڑک کر نکال دیا ہے۔ جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ زبان کھینچ لوں۔ کمبخت پیام دینے بھی آیا تو میری چاند جیسی بیٹی کو جس کے لیے شرفائے عرب کے کئی نوجوان اپنی پلکیں بچھانے کے لئے تیار ہیں! یہ صورت اور یہ ارادے۔

لڑکی نے بے چین ہو کر کہا: ابا جان یہ آپ نے کیا کیا میں خوب جانتی ہوں کہ آنے والا شخص نہایت بدصورت ہے اور ہرگز آپ کا داماد بننے کے لائق نہیں۔ لیکن ذرا یہ تو دیکھئے کس نے بھیجا ہے؟ شاعر کی زباں میں لڑکی نے یوں جواب دیا:

غور کر ابا نہ اس کے رنگ تو کالے کو دیکھ
میں یہ کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
میں یہ مانا کہ یہ کالا حسن میں ماند ہے
بھیجنے والا تو ابا چودھویں کا چاند ہے

اس طرح سے صالحہ لڑکی نے باپ کو سمجھایا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہا کہ فوراً جائیے معافی مانگ کر رضامندی کا اظہار کیجئے! میں تو شادی کے لیے دل و جان سے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ صحابی اسلمی کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنی نادانی کا اظہار کر کے خوشی خوشی اس نسبت کیلئے تیار ہو گئے۔ (بحوالہ شمع راہ)

شادی بار بار نہیں ہوتی اس لئے لڑکی کے والدین کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اچھا ماحول اچھا گھرانہ ملے۔ لڑکا خوب رو خوبصورت اور خوب سیرت ہو لڑکے کے والدین کی بھی دلی تمنا ہوتی ہے کہ لڑکی صورت اور سیرت کی جامع ہو لڑکے کی طبیعت کے موافق ہو بسا اوقات رشتے کے انتخاب میں برسوں خاک چھاننا پڑتا ہے۔ رشتے کے انتخاب میں اگر کوئی کمی واقع ہو جائے تو نباہ کی صورت مشکل ہو جاتی ہے۔ اس واقعے میں بھی اگر حضرت بریدہ اسلمی بذات خود لڑکی کے پاس پیغام لے کر جاتے تو لڑکی انکار کر جاتی لیکن حکم تھا رسولؐ کا اشارہ تھا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے صحابیہ نے اپنی خواہشات اور جذبات کو قربان کر دیا اور اس نے اس رشتے کو خوشی خوشی قبول کر لیا۔

اطاعت و تابعداری، جانثاری و قربانی اور نقل و اتباع کی ایسی مثال دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ دراصل صحابہ کرام کی زندگی نقل و اتباع اطاعت و انقیاد کی بہتر تصویر تھی انہوں نے اپنی زندگی کے رخ کو اس ذات کی طرف کر دیا تھا۔ جس سے بڑھ کر کسی کی زندگی قابل تقلید اور لائق اتباع نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے ساری محبت و عظمت کا محور اسی ذات کو قرار دیا تھا جس نے ان کو نئی زندگی عطا کی تھی۔ اس کے آگے کسی محبت و عظمت کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں تھی۔

اور تھی تو اسی کے واسطے سے تھی۔ اس ذات کے اشارے کے آگے جانیں قربان تھیں۔ صحابہ کرامؓ آپ کے ہر ہر فیصلے پر

صرف سر تسلیم خم ہی نہیں کرتے بلکہ اس میں شک و تذبذب کی راہ پیدا کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے۔ دور نبوی میں ایک یہودی کا کسی مسلمان سے جھگڑا ہو گیا بتایا جاتا ہے کہ وہ مسلمان منافق تھا۔ اس لڑائی میں فیصلے کیلئے یہودی نے پیغمبر اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا مشورہ دیا کیوں کہ اس کو یقین تھا کہ آپؐ حق کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے بشر نامی منافق جو بظاہر مسلمان تھا اس نے یہود کے سردار کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے جانے کی رائے دی تا دیر گفتگو کے بعد رسولؐ کے پاس فیصلے کیلئے پہنچے آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا مسلمان آپ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمرؓ کے پاس یہ مسئلہ لے جانے پر اس نے یہودی کو راضی کر لیا اس نے سمجھا کہ حضرت عمرؓ کفار کے معاملے میں سخت ہیں۔ وہ یہودی کے حق میں فیصلہ دینے کے بجائے میرے حق میں فیصلہ دیں گے۔ فاروق اعظم کے پاس جب یہ دونوں پہنچے اور ان کو معلم ہوا کہ یہ شخص جو اپنے بارے میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس نے اللہ کے نبی کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا ہے تو وہ اندر تشریف لے گئے اور ایک تلوار لا کر اس کو یہ کہتے ہوئے قتل کر دیا کہ جو شخص رسولؐ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فلا وربك لایؤمن حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لایجدو فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلمو تسلیما (النساء ٦٥)

سو آپ کے پیروکار کی قسم یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہوں آپ کو حاکم نہ بنا لیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے احکام القرآن)

لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رجحانات خیالات کو سو فیصد اپنانے کی کوشش کریں۔ آپؐ سے نسبت رکھنے والی ایک ایک چیز کی عظمت و محبت ہمارے دل میں ہو آپ کی تعلیمات اور طریقہ ہر چیز پر مقدم ہو۔ بڑی سے بڑی خواہش کی اس کے سامنے کوئی وقعت اور حیثیت نہ ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور فرمان سامنے آئے تو ہر چیز ہیچ ہو۔ جو کھانا آپ کو لذیذ اور مرغوب تھا وہ ہمیں بھی مرغوب ہو جو لباس آپ کو پسند تھا وہ ہمیں بھی پسند ہو الغرض جو چیزیں آپ کو پسند تھیں۔ وہ ہمیں بھی پسند ہو پھر کیا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

❖❖

بقیہ.....ایک گھر

سیدھی اور سچی راہ آسان بھی ہے لیکن اس کو اختیار کرنا اس پر صحیح طریقہ سے عمل کرنا آسان نہیں۔ اس دنیا میں بہت سی برائیاں اپنا جال پھیلائے ہیں اور ان برائیوں میں زیادہ تر عورتیں شامل ہیں اسی لئے دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی۔ ان برائیوں کو ہمیں ترک کرنا ہی ہوگا۔ غیبت چغلخوری بہتان طرازی عیب جوئی اور جھوٹ یہ تو وہ برائیاں ہیں جو کینسر کی طرح عورتوں میں پھیلی ہیں۔

مرد حضرات کو اتنی فرصت نہیں ہوتی جوان لغویات کو گلے لگائیں مگر پھر بھی وہ عورتوں کے کہنے سننے میں آ کر ان بیماریوں کا شکار اور گنہگار ضرور ہو جاتے ہیں۔ صرف یہ چند برائیوں کو اپنے گھروں سے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں تو عقبیٰ آپ کی ضرور سنور سکتی ہے اور آپ اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کر سکتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو چھوڑ دینا نفرت کے دائرے بڑھا لینا یہ بہت بڑی برائی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ”قطع رحمی کرنے والا سیدھا واصل جہنم ہوگا۔“ اس لئے کوشش کیجئے قطع تعلق کی نوبت ہی نہ آئے معاملات کو دین کی روشنی میں سنبھال لیا جائے ان چند باتوں سے دنیا اور عقبیٰ دونوں سنور سکتے ہیں۔

❖❖

علامہ سعدی

نظر کی تاثیر

اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں ہر حاسد کے شر سے...... اور ہر نظر لگانے والے کی ''نظر بد سے'' نظر بد کے بارے میں چند باتیں عرض کر دی تھیں...... آج مزید کچھ اور روایات اور پھر ''نظر بند'' کے علاج پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

قبر اور ہانڈی

حدیث شریف میں آتا ہے:

"ان العین لتدخل الرجل القبر الجمل القدر۔"

یعنی نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی (دیگ(میں پہنچادیتی ہے۔ (زادالمعاد، ابن عدی، ابونعیم)

مطلب واضح ہے کہ نظر انسان کی موت کا ذریعہ بن سکتی ہے اور اگر اونٹ کو لگ جائے تو وہ گر جاتا ہے اور مالک کے لئے اس کو ذبح کر کے پکانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں بچتا۔

نظر سے موت

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

"اکثر من یموت بعد قضاء اللہ وقدرہ بالنفس، قال الراوی یعنی بالعین۔"

مقصد اس روایت کا یہ ہے کہ بہت سے لوگ نظر کی وجہ سے مرتے ہیں۔ (البزاز)

نظر قتل کر دیتی ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل فرمارہے تھے ان کو ایک صاحب عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور ان کی جلد کی خوبصورتی کو نظر لگادی۔ (جن صحابی کو نظر لگی تھی وہ گر کر تڑپنے لگے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر پر غصہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"علام یقتل احدکم اخاہ الابرکت۔"

یعنی تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو (نظر لگا کر) کیوں قتل کرتا ہے اور اس کے لئے برکت کی دعاء کیوں نہیں کرتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر لگانے والے کو حکم دیا کہ غسل کرے، تب انہوں نے غسل کیا اور اپنے غسل سے گرنے والا پانی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ پر بہایا تو وہ ٹھیک ہو گئے۔ (زادالمعاد، ابن حبان)

حضور اقدسؐ نظر سے پناہ مانگتے تھے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من الجان و من عین الانسان۔"

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے اور انسانوں کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے تھے۔ (ترمذی، نسائی)

آنکھوں کا زہر

بعض ازدھے (بڑے سانپ) ایسے ہوتے ہیں جو اگر کسی کو غصہ اور دشمنی سے دیکھ لیں تو ان کی آنکھوں سے زہر نکلتا ہے...... اور جن کو دیکھتے ہیں اس کو ہلاک کر دیتا ہے، یا نابینا کر دیتا ہے۔ یا حاملہ عورتوں کو حمل گرادیتا ہے۔ اسی طرح حاسد کی آنکھوں سے ایک غیر محسوس زہر نکلتا ہے۔ اور جس کو وہ پسند اور حسد کے ساتھ دیکھ لے اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ پھر بعض انسانوں میں یہ زہر زیادہ ہوتا ہے اور بعض میں کم۔ اللہ پاک نے انسان کی روح اور جسم میں عجیب ''تاثیرات'' رکھی ہیں جن کا کوئی بھی عقلمند انسان انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اصل تاثیر ''روح'' سے نکلتی ہے اور آنکھوں کے ذریعے سامنے والے پر منتقل ہوتی ہے۔ بات کو سمجھنے کے لئے آسان مثال یہ ہے کہ...... جس شخص کی بہت عزت دل میں ہو وہ اگر آپ کو پیار سے دیکھے تو چہرہ سرخ ہو جاتا ہے...... کوئی ظالم کسی کمزور مظلوم کو گھور کر دیکھے تو وہ بے چارہ پیلا پڑ جاتا ہے...... اور اگر شیر کسی کو غصے سے دیکھے تو پورا جسم کانپنے لگتا ہے...... معلوم ہوا کہ تاثیر ہوتی ہے...... اور اس کا انکار محض جہالت ہے۔ (زادالمعاد)

غیر مرئی شعاعیں

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے...... کچھ غیر مرئی شعاتیں نکلتی ہیں جو سامنے والے کے جسم کے مساموں میں گھس جاتی ہیں اور اس کو نقصان پہنچاتی ہیں...... (زالمعاد)

نظر کیسے لگتی ہے؟

نظر لگنے کے لئے دیکھنا بھی ضروری نہیں...... بعض لوگوں کا نفس بہت خبیث ہوتا ہے وہ اپنے نفس اور روح کی توجہ سے بھی نظر لگا دیتے ہیں...... اندھے آدمی کے سامنے کسی کے اوصاف بیان کئے جائیں...... اور وہ اس پر توجہ کر کے حسد کا تیر پھینک دے تب بھی نظر لگ سکتی ہے...... (زادالمعاد)

نظر کی تیر

تیر پھینکنے والا پہلے اپنے ''ہدف'' کو چنتا ہے...... پھر تیر کمان میں جوڑتا ہے...... اور نشانہ لے کر مار دیتا ہے۔ سامنے والا اگر نہتا اور کمزور ہو تو تیر لگ جاتا ہے...... اگر وہ زرہ پہنے ہوئے، چست اور بیدار ہو تو تیر سے بچ جاتا ہے...... بعض اوقات تیر واپس اپنے چلانے والے کی طرف بھی لوٹ آتا ہے...... بس یہی حال نظر کا ہے...... ایک شخص کسی کو دیکھتا ہے یا کسی کی تعریف سنتا ہے تو اس کو وہ اچھا لگنے لگتا ہے...... پھر اس کے نفس کی خباثت اور حسد سے ایک تیر تیار ہوتا ہے...... پھر وہ آنکھوں کے ذریعے اس تیر یا زہر کو سامنے والے پر پھینکتا ہے...... اب اگر سامنے والے نے اپنی حفاظت کا بندوبست نہیں کر رکھا اور اس کی روح کمزور ہے تو تیر اس کو لگ جاتا ہے...... اور اگر اس کی روح مضبوط ہے اور اس نے حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا...... اور بعض اوقات یہ نظر خود نظر لگانے والے کو بھی واپس لوٹ کر نقصان پہنچادیتی ہے۔

اپنی نظر بھی لگ جاتی ہے

بعض اوقات انسان کو اپنی نظر بھی لگ جاتی ہے...... حدیث شریف میں اس کا علاج ارشاد فرمایا گیا ہے...... ویسے آج کل تو ''خود پسندی'' کا زمانہ ہے ہر کوئی اپنے آپ کو ہی زیادہ پسند کرتا ہے...... اس لئے یہ نظر آج کل زیادہ نقصان پہنچا رہی ہے۔

موبائل نظر

اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح کو بہت قوت عطا فرمائی ہے...... انسان کی روح سے مختلف اثرات نکل کر ہواؤں کے ذریعے دوسروں تک منتقل ہوتے ہیں۔ نفرت بھی منتقل ہوتی ہے اور محبت بھی...... نیکی بھی منتقل ہوتی ہے اور خباثت بھی...... خیر بھی منتقل ہوتا ہے اور شر بھی...... آپ موبائل فون پر جو کچھ کہتے ہیں وہ ایک ملک سے دوسرے ملک ہواؤں کے ذریعے پہنچ جاتا ہے...... انسان کی روح موبائل کی فریکوئنسی اور ریڈیائی لہروں سے زیادہ طاقتور ہے۔

آپ ڈر تو نہیں گئے؟

نظر حق ہے، نظر بہت طاقتور ہے اور نظر مہلک ہے...... جیسا کہ میں نے چند روایات بیان کی ہیں...... ان سب کو پڑھ کر آپ ڈر تو نہیں گئے؟ ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑا...... اور نہ حشر کے میدان میں اکیلا چھوڑیں گے...... آپ نے میدان جنگ میں بھی اپنی امت کی حفاظت فرمائی...... اور ہر شیطان، جن اور مرض سے بھی امت کی حفاظت کے نسخے بیان فرمائے...... نظر جتنی بھی طاقتور ہو قرآن کے سامنے کیا چیز ہے...... قرآن پاک تو اللہ کا کلام ہے...... سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم...... اور نظر جتنی بھی خبیث ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے سامنے کہاں ٹھہر سکتی ہے؟...... اس لئے ڈریں نہیں، البتہ احتیاط ضرور کریں...... اور

ہم سب اپنی روح کو طاقتور بنائیں...... ذکر اللہ سے، تلاوت سے، نظر کی حفاظت سے، کم کھانا کھانے سے، روزے رکھنے سے، اور کسی سے حسد نہ کرنے سے انسان کی روح طاقتور ہو جاتی ہے...... بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے روح کو خود بغیر کسی کے واسطے کے پیدا فرمایا ہے:

"ونفحت فیہ من روحی۔"

اللہ تعالیٰ ہم کمزور لوگوں کی روحوں کو قوت عطا فرمائے۔

دفاع اور علاج

احادیث مبارکہ میں نظر سے "دفاع" کی دعائیں آئی ہیں کہ آپ ان دعاؤں کو مانگتے رہیں...... انشاء اللہ نظر نہیں لگے گی......

اور وہ دعائیں اور طریقے جو بیان ہوئے ہیں، اگر نظر لگ جائے تو اس زہر اور تیر کو جسم سے کس طرح نکالا جائے...... مسلمانوں کو چاہئے کہ...... دونوں کا اہتمام کرلیں...... دفاع بھی مضبوط رکھیں اور کبھی کبھار نظر ختم کرنے کا علاج بھی کرلیا کریں۔

ایک ارادہ تو کرلیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کا مالک اور رب ہے...... وہ سب کی سنتا ہے...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے نبیؐ اور آقا اور سب کچھ ہیں...... فداہ روحی وابی وامی، قرآن پاک ہم سب کے لئے ہے...... تو پھر ہم خود فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے؟ برصغیر میں عجیب رواج ہے کہ پرچی پر بچی اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر کسی کو دے آتے ہیں کہ...... آپ استخارہ دیکھیں...... ہر مسلمان خود استخارہ کیوں نہیں کرتا؟...... میں نے ایک صاحب سے جو لوگوں کے لئے استخارہ کرتے تھے ان کا طریقہ پوچھا...... انہوں نے جو کچھ بتایا مجھے تو اس میں کوئی جان اور وزن نظر نہیں آیا...... استخارہ کے معنیٰ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنا، خیر چاہنا...... تو کیا ہم خود اپنے لئے خیر کی دعا کرنے سے شرماتے ہیں؟...... سنا ہے کہ ٹی وی پر "استخارے" کے پروگرام چل رہے ہیں...... اس میں تو کچھ دھوکہ معلوم ہوتا ہے...... اب نظر کے بارے میں سنا تو سب لوگ عاملوں کے پاس دوڑیں گے کہ آپ دم کردیں...... ٹھیک ہے متقی، پرہیز گار اور صاحب علم عاملوں سے دم کرانا کوئی بری بات نہیں ہے...... مگر سوال یہ ہے کہ خود کو دم کیوں نہیں کرتے...... ڈاکٹر دوائی لکھ دیتا ہے تو خود کھاتے ہیں...... ورزش بتاتا ہے تو خود کرتے ہیں...... ایسا نہیں ہوتا کہ کسی اور کو پیسے دے کر اپنے لئے ورزش کرلیں...... اسی طرح جب علماء کرام قرآن وسنت سے کسی بیماری کا علاج بتائیں تو خود کرنا چاہئے...... اس میں بہت فائدہ ہوتا ہے...... استخارہ خود کرنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے...... میں خطیبوں کی طرح دونوں ہاتھ اٹھوا کر وعدہ تو نہیں لیتا...... مگر آپ سے "ارادہ" ضرور لیتا ہوں کہ...... نظر بد کے علاج میں جو دعائیں عرض کی جائیں گی...... آپ خود ان سے اپنا علاج کریں گے...... اور خود ان دعاؤں کو مانگا کریں گے...... ارادہ فرمالیا؟

خصوصاً خواتین سے بہت منت کے ساتھ عرض ہے کہ وہ مرد عاملوں کے پاس نہ جایا کریں...... آپ خود اللہ کی پیاری مسلمان، بندیاں ہیں...... آپ خود اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں...... اس سے آپ کے ایمان ویقین میں ترقی ہوگی...... اور انشاء اللہ آپ کو سکون ملے گا۔

ایک نکتہ

"روح" کی طاقت پر آپ نے چند باتیں پڑھ لیں...... اب خود سوچیں کہ اگر خبیث روح، حسد کی کمان میں "نظر بد" کا تیر ڈال کر کسی کو زخمی کرسکتی ہے تو پھر...... ایمان والوں کی روحیں کتنی طاقتور ہوں گی...... اور ان کی آنکھوں میں کتنی "ایمانی تاثیر" ہوگی...... آپ اس موذی تیر سے بچنا چاہیں تو...... قرآن پاک کی آخری سورتوں (الفلق، الناس) کی کثرت کریں...... اور سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۃ القلم کی آخری دو آیات خود پر دم کرلیا کریں...... ان قرآنی آیات کے سامنے کوئی نظر نہیں ٹھہر سکتی...... آپ یقین سے پڑھیں گے تو بہت سکون ملے گا...... انشاء اللہ تعالیٰ۔

❖❖

عبیداللہ خالد

اپنی اولاد کی آخرت کی بھی فکر کیجئے!

اولاد یقیناً اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور اس کی جو محبت اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں پیدا کی ہے، وہ بھی کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔ والدین کی یہی محبت، اولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے والدین اپنی اولاد کی تمام چھوٹی بڑی ضروریات وخواہشات پوری کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ ماں کی ممتا تو مشہور ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں ہی اپنی اولاد کی جسمانی، معاشی اور دیگر دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لئے جو تگ ودو کرتے ہیں، اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی دوسرا رشتہ یا تعلق کر ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کو جو مقام دیا ہے، وہ کسی اور کو نہیں دیا۔ قرآنی آیات اور پھر احادیث اس پر دال ہیں۔

اپنی اولاد کے ساتھ والدین کی محبت ایک فطری شئے ہے۔ جب تک اس کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ قائم رکھیں گے، اس دنیا کا فطری نظام بھی باقی رہے گا، اور والدین کی اولاد سے محبت بھی۔

لیکن یہاں سوال یہ نہیں کہ والدین کی اولاد سے یہ محبت جائز ہے یا ناجائز، شرعی ہے یا غیر شرعی...... نکتہ تو یہ ہے کہ بدلتے ہوئے معاشرتی اقدار میں کیا مسلمان والدین اپنی اس ذمہ داری کو پورا کررہے ہیں جو ان پر والدین کی حیثیت سے شریعت نے عائد کی ہے؟ کیا والدین اولاد کی تعلیم وتربیت کے دوران جہاں ان کی عصری ضروریات کو سامنے رکھتے ہیں، وہیں وہ اپنی اولاد کی دینی بالیدگی کا بھی انتظام کرتے ہیں؟

اکیسویں صدی عیسوی میں سائنس کے تیز رفتار ذرائع ابلاغ نے جہاں بے شمار معاشرتی اور سماجی مسائل پیدا کردیئے ہیں، وہیں بے شمار تعیشات انسان کی مجبوری بن گئی ہیں اور معاشی دوڑ دھوپ نے اسے روپے پیسے کے ہیر پھیر میں پھنسا کر رکھ دیا ہے۔ یہ بات اگرچہ درست ہے کہ موجودہ اقتصادی نظام کا تانا بانا ہی کچھ اس طرح بُنا گیا ہے کہ ایک عام فرد رات دن تین وقت کی روٹی اور دو جوڑے کپڑے کی فکر سے باہر نہ نکل سکے۔ لیکن اس اقتصادی دوڑ دھوپ کے نتیجے میں کیا ہم اپنی روحانی ضروریات سے بے پرواہ ہوجائیں؟ کیا ہم اپنے خالق سے رشتہ توڑ لیں؟ کیا ہم اپنے مالک کو بھول جائیں؟

اپنے اردگرد نظر ڈالتا ہوں تو مجھے اپنے ہی ہم مذہب دوستوں کے بے شمار گھرانے ایسے نظر آتے ہیں جو اپنی اولاد کا کیریر بنانے کے لئے بہت فکر مند ہیں، ان کی تعلیم اور تعلم کی خاطر پریشان ہیں، لیکن اپنی اولاد کو باعمل مسلمان بنانے کی فکر سے بالکل عاری ہیں۔ حالانکہ جس طرح اولاد کی محبت کی خاطر ان کی عصری تعلیم والدین کی ذمہ داری ہے، اپنی اولاد میں اسلامی شعور بیدار کرنا اور ان کی درست نہج پر دینی تربیت کرنا بھی ان والدین ہی کی ذمہ داری ہے۔ اور آج کے فتنہ پرور دور میں یہ ذمہ داری کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

اپنی اولاد کو بہتر سے بہتر عصری تعلیم دلاکر آپ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، جب تک آپ **قوا انفسکم واھلیکم نارا (سورہ حشر)** کے مصداق اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت اور اسلامی فکری بالیدگی کا اہتمام بھی نہ کرلیں، کیونکہ اسی صورت میں آپ نے اپنی اولاد کی دنیاوی ترقی کے ساتھ ان کی اُخروی کامیابی کا بھی سامان کرسکتے ہیں۔

●●

ترجمہ : مولانا اعجاز احمد اعظمی

دینداری کے دو دشمن
حرص اور حب جاہ

خوشامد اور جھوٹی تعریف

جاہ و منصب کا حریص ہمیشہ اس بات کا خواہاں رہتا ہے کہ لوگ اس کی خوشامد اور تعریف کرتے رہیں اور جو لوگ اس کی خوشامد سے بچنا چاہتے ہیں، انہیں مختلف حیلوں سے ستانے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ جن کاموں پر وہ تعریف کا خواہش مند ہوتا ہے، وہ تعریف سے زیادہ مذمت کے لائق ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی بظاہر ایک اچھا کام کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کی مدح سرائی کریں، لیکن اس کی یہ نیت بہت بری ہے، یہ شخص اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے:

"لا تحسبن الذین یفرحون بما اتو ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبهم بمفازة من العذاب ولهم عذاب الیم"۔ "جو لوگ اپنے اعمال پر اتراتے ہیں، اور جو کام نہیں کئے ان پر بھی تعریف کے آرزو مند ہیں، انہیں تم عذاب سے نجات یافتہ ہرگز نہ گمان کرو، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہ آیت ایسے ہی ہوسناکوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جن میں مذکورہ بالا خصوصیات پائی جاتی تھیں، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مخلوق سے حمد و ثناء کا مطالبہ، اور ان کو اپنی محبت و عقیدت کا پابند بنانا، ایسا نہ کرنے پر سزا دینا، صرف خداوند جل شانہ کی شان اقدس ہے، اسی وجہ سے سچے اور حقیقی علمائے دین کا یہ شیوہ تھا کہ ان کے کسی عمل یا احسان پر کوئی شخص ان کی تعریف کرتا تو اسے روک دیتے اور فرماتے کہ صرف خدا کی حمد و ثناء کرو، تمام احسانات اسی کی جانب سے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس کا بڑا اہتمام تھا، ایک مرتبہ حج کے موقع پر انہوں نے ایک خط تحریر فرمایا، اس میں عامۃ المسلمین کو بتایا گیا تھا کہ جن مظالم کے وہ گزشتہ سلاطین وخلفاء کے دور میں نشانہ بنے رہے ہیں، اب ان کا خاتمہ ہوگیا ہے اور ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرنے تمام عمال و حکام پابند ہیں، پھر یہ تحریر فرمایا کہ اس بات پر لوگ صرف خدا کی حمد کریں، کیونکہ گزشتہ سلاطین کی طرح اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی توفیق سلب کر لیتے تو میرا حال ان سے کچھ مختلف نہ ہوتا۔

انہی دنوں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے اپنی چار یتیم بچیوں کے لئے وظیفہ کی درخواست دی آپ نے اس کی دو بچیوں کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا، اور اس کی حمد و ثناء بجالائی، آپ نے اس کے بعد تیسری کا بھی وظیفہ متعین کردیا، اب وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا شکریہ ادا کرنے لگی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تو وظیفہ اس لئے مقرر کیا کہ تو خدا کا شکر ادا کررہی تھی، اب تم سے غلطی ہوگئی، جاؤ چوتھی کا وظیفہ نہیں مقرر ہوگا، تم تینوں بچیوں سے کہو اپنے وظائف میں سے چوتھی کی خبر گیری کرتی رہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا منشاء یہ تھا کہ والی وحاکم اپنا مرتبہ و مقام پہچانیں، ان کی حیثیت صرف اس قدر ہے کہ وہ اللہ کے احکام کا نفاذ کریں، بندوں کو خدا کے اوامر ونواہی کا پابند بنائیں، اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے خائف رہیں۔

اللہ کی بندگی اصل ہے

غرض جنہیں اللہ کی محبت و معرفت کی روشنی حاصل ہوتی ہے، ان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مخلوق خدا، اللہ کی محبت اور اس کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہو، خدا کی اطاعت و فرمانبرداری اس کا اوڑھنا

بچھونا ہو، اور محض اس کی بندگی میں فنا ہو، پھر خیال کرنے کی بات ہے کہ جو خدا کے ساتھ کسی طرح کی مزاحمت کرتا ہے، اس کا ان کے نزدیک کیا درجہ ہوگا، یہ حضرات تو اس مقام بلند پر فائز ہیں۔ جہاں مخلوق سے نہ کسی جزا کی انہیں طلب ہے، اور نہ شکر گزاری کی آرزو! انہیں اپنے اعمال کا بدلہ فقط اللہ کی جانب سے چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ما کان لبشر ان یؤتی الله الکتاب والحکمة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون و لا یامرکم ان تتخذوا الملائکة والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذا انتم مسلمون"۔

"کسی بشر کے لئے یہ کسی طرح درست نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں سے کہنے لگ جائے کہ تم لوگ میرے بندے بن جاؤ، لیکن، وہ یہ کہتا ہے کہ تم اللہ والے بنو، کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور نہ یہ درست ہے کہ تم کو حکم دے کہ تم خدا کو چھوڑ کر انبیاء اور ملائکہ کو خدا مان لو۔ بھلا مسلمان ہونے کے بعد وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ المسیح بن مریم انما انا عبد فقولوا عبدالله و رسوله"۔ "تم میری مدح میں غلو مت کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں غلو کیا، میں تو محض ایک بندہ ہوں، مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔

آپ نے ادب تعظیم کے اس غلو کو تخاطب میں بھی پسند نہیں فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد مبارک ہے:

"لاتقولوا ماشاء الله و شاء محمد بل قولوا ماشاء الله ثم ماشاء محمد"۔

"تم اس طرح مت کہو کہ جو اللہ اور محمدؐ چاہیں، بلکہ یوں کہو جو اللہ چاہے پھر جو محمدؐ چاہیں۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ ماشاء اللہ وشئت جو کچھ اللہ چاہیں اور آپ چاہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

اجعلتنی ندا لله بل ماشاء الله وحدهٗ۔

"کیا تم نے مجھے خدا کا ہم پایہ بنادیا بلکہ جو کچھ فقط اللہ چاہے۔"

انہیں احادیث کی وجہ سے رسولوں کے خلفاء اور ان کے انصار اور نائبین اور حکام و قضاۃ نے کبھی اپنی تعظیم و تکریم کی دعوت نہیں دی، ان کی دعوت صرف اس بات کی ہوتی تھی کہ اللہ کی تعظیم و عبادت کی جائے، یہ اکابر حکومت کو بھی اسی لئے قبول کرتے تھے کہ اس کی مدد سے دعوت الی اللہ کے فریضہ میں سہولت ہوگی، فرماتے تھے کہ اس کی ذمہ داری کے قبول کرنے کا سبب محض یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں اس سے اعانت ہوگی، چنانچہ پیغمبروں نے اور ان کے جانشینوں نے دعوت وارشاد کی راہ میں بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں، نہ جانے مخلوق کی جانب سے ان کی راہ میں کتنی مشکلات کھڑی کی گئیں، لیکن صبر و استقامت کے ساتھ وہ برداشت کرتے رہے۔ اور صرف صبر کیا معنیٰ؟ وہ ان شدائد و مصائب پر دل سے رضامند و مسرور رہے، کیونکہ محبوب کی راہ میں عاشق کو خواہ کیسے ہی صدمات کا مقابلہ ہو، اسے لطف ولذت ہی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحبزادے عبدالملک نے جب دیکھا کہ ان کے والد عدل وانصاف کی اقامت اور حق کی تنفیذ کے لئے انتہاء درجہ آرزومند اور کوشاں رہتے ہیں، تو انہوں نے عرض کیا کہ ابا جان! میرا تو جی چاہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مجھے اور آپ کو کھولتی ہوئی ہانڈی میں ڈال کر جوش دے دیا جائے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ کاش! میرا جسم قینچیوں سے کاٹ کر پارہ پارہ کردیا جاتا لیکن یہ مخلوق تمام تر اللہ عزوجل کی اطاعت

گزار فرمانبردار ہو جاتی، ان کی یہ بات جب ایک اور بزرگ کے سامنے نقل کی گئی۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر کہنے والے کی منشاء مخلوق خدا کی خیر خواہی اور نصیحت ہے، تب تو خیر بات سمجھ میں آتی ہے، ورنہ میں نہیں جانتا، اتنا فرما کر وہ غایت تاثر میں بے ہوش ہو گئے، مطلب یہ ہے کہ اگر کہنے والے کے دل میں مخلوق کے ساتھ حد درجہ شفقت و مہربانی کا جذبہ ہے، اس کے باعث وہ نہیں چاہتا کہ خلق خدا عذاب میں گرفتار رہے، بلکہ اس کے فدیے میں تنہا اس کی جان کو مبتلائے عذاب کر کے اوروں کو چھٹکارا دے دیا جائے، اگر یہ بات ہے تو خیر، لیکن اگر اس کے سامنے خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور ان کا قہر و جلال رہا ہو، وہ عظمت و کبریائی اور وہ قہر و جلال جس کے باعث وہ مہر اکرم و اطاعت اور محبت و شیفتگی کے مستحق ہیں، اگر خدا کی بزرگی و برتری کے اس دیدہ و مشاہدہ نے ان میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ کاش ساری مخلوق خدا کی بندگی و طاعت میں لگ جاتی، خواہ اس کے لئے مجھے بڑی سے بڑی مصیبت جھیلنی پڑے، ظاہر ہے کہ یہ مقام و مرتبہ خواص اولیاء اللہ اور سچے عارفین و محبین کا ہے، یہ مرتبہ جب ان بزرگوں کی نظر میں آیا تو غایت تاثر نے انہیں بے ہوش کر دیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے محبین کی خاص صفت ارشاد فرمائی ہے کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی طنز و ملامت کی پروا نہیں کرتے۔

علم و عمل کی نمائش

حرص جاہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ آدمی حصول جاہ کا زینہ دینی امور یعنی علم و عمل اور زہد و عبادت کو بنائے، یہ قسم اول کے مقابلہ میں زیادہ بدتر ہے، کیونکہ علم و عمل ہو یا زہد و تقویٰ، ان کے واسطے سے جنت کے درجات عالیہ، ان کی لازوال نعمتیں اور اللہ کا قرب اور اس کی رضاء و خوشنودی مطلوب ہوتی ہے، حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے کہ علم کی فضیلت محض اس وجہ سے ہے کہ وہ تقویٰ کا زینہ ہے، ورنہ اور چیزوں کی طرح وہ بھی ایک چیز ہے پھر جو شخص ان چیزوں کو حصول دنیا کا ذریعہ بناتا ہے، اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ان عبادات سے آدمی مال کمانا چاہتا ہے تو یہ حرص ہی کی ایک شاخ ہے، کہ اسے حرام طریقے پر طلب کر رہا ہے۔

حدیث میں ہے کہ:

"من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرض الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة۔" "علم جو رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے، اگر کسی شخص کا مقصد اس کی تحصیل سے دنیا کا کوئی سامان ہے، تو قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک وہ نہ پائے گا۔

اس کا سبب۔ واللہ اعلم ...... غالباً یہ ہے کہ دنیا میں ایک نقد جنت ہے، وہ ہے اللہ کی معرفت، اس کی ملاقات کا شوق و انس، اس کی خشیت و طاعت، اس جنت کے حصول کا ذریعہ علم ہے، جس شخص کا علم اسے اس جنت میں پہنچائے گا، وہی آخرت والی جنت کا مستحق ہوگا، اور جس نے اس جنت کی خوشبو نہیں پائی وہ اس جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا، یہی وجہ ہے کہ جس عالم کو اس کے علم کے باعث اللہ تعالیٰ نفع نہ دے وہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب میں مبتلا ہوگا، اور اس کو ندامت اور حسرت بھی سب سے بڑھ کر ہوگی، کہ اس کے پاس وہ چیز تھی، جو جنت کے درجات عالیہ کے حصول کا سبب بن سکتی تھی، لیکن وہ اس کے ذریعے حقیر و ذلیل چیزیں حاصل کرتا رہا، اس عالم کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی بیوقوف کے پاس قیمتی زر و جواہر ہوں اور وہ انہیں گوبر اور مینگنی کے بدلے فروخت کر دے، بعینہٖ یہی حال اس شخص کا ہے، جو اپنے علم سے دنیا کمانے کی سعی کرتا ہے، اور اس سے بدتر اس کا حال ہے جو زہد و تقویٰ کی نمائش کر کے دنیا کماتا ہے، یہ تو سراسر دھوکا ہے، حضرت ابو سلیمان دارانی اس زاہد کو کوئی رتبہ دینے کو تیار نہ تھے، جس کے دل میں اپنے بدن پر پڑے ہوئے کرتے سے زیادہ دنیا کی خواہش موجود ہو۔

(بقیہ......۱۳......صفحہ پر)

مسرت پروین

موت سے کس کو رستگاری ہے!

"موت" ایک لفظ ہے جسے سننے کے بعد دل میں ایک گھبراہٹ سی محسوس ہوتی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارا حاصل نہیں۔ ہر جاندار کو اس کا سابقہ پڑتا ہے اور پڑے گا آج تک نہ کوئی بچا ہے اور نہ بچے گا کیوں کہ خود قرآن کہتا ہے: "كل نفس ذائقة الموت" ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے (سورہ آل عمران)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی کے بعد ایک حقیقی زندگی (جسے آخرت کہتے ہیں) ہے جسے آخرت کا معاملہ بہت سخت ہے لیکن ہم ہیں کہ اس سے غافل ہیں اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر بھی نہیں کرتے اگر کرتے بھی ہیں تو صرف زبانی تذکرہ کرتے ہیں جو کافی نہیں ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! کہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہی لوگ گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔"

اس آیت میں مال اور الاد کو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والی چیز قرار دیا گیا ہے اور اکثر ہوتا بھی ایسا ہی ہے جب انسان کے پاس مال آجاتا ہے تو اللہ سے غفلت برتتا ہے اور مال کی خواہش کرتا ہے اسی طرح انسان اپنی اولاد کی خواہشات میں لگا رہتا ہے اور اللہ کی یاد اور موت سے غافل ہوتا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا تو یقیناً وہ گھاٹے میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دنیا شیریں شاداب ہے اللہ نے تم کو اس میں جانشین بنایا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، تو تم اللہ سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو کیوں کہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہی تھا۔ (مسلم)

جو شخص صرف دنیا کے لئے جی رہا ہے یہ دنیا اسے اپنی طرف اور کھینچے گی اور یہ شخص اس میں مگن ہوتا جائے گا۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ دنیا سے ڈرو، یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ہم جتنا دنیا میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے جائیں گے آخرت سے اتنا ہی غافل رہیں گے اور جو شخص آخرت کو بھول جائے تو سمجھئے کہ اس شخص کے لیے تباہی ہی تباہی ہے۔ موت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا ڈر ایسی چیز ہے جو اس شخص کی لذتوں کو خراب کر دینے کے لیے کافی ہے، اس کی راحت و آرام کو کھو دینے والی ہے اس کی غفلت کو ختم کر دینے کے لیے اس کی فکر کافی ہے۔ موت ایسی چیز ہے جس کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں، معلوم نہیں کہ وہ کس کے پاس کب آئے گی رات کو آئے گی یا صبح کو آئے گی۔ آج آئے گی یا کل آئے گی۔ انسان یہ کبھی بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے پاس موت اس وقت آئے گی بلکہ موت انسان کے پاس اچانک آتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس سے گزر ہوا جہاں سے زور زور سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اپنی مجلسوں میں لذتوں کو ختم کرنے والی چیزوں کا تذکرہ کر لیا کرو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "موت۔"

موت ایسی چیز ہے جو ہر شخص کے پاس آتی ہے، چاہے وہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے "كل من عليها فان (ہر چیز کو فنا ہونا ہے: سورہ رحمٰن) موت کے بعد ہی انسان کی اصل زندگی شروع ہوتی ہے۔ اللہ اس کے مرنے کے بعد اس سے اس کے اعمال کا حساب لیگا، موت کے بعد ہم کو کئی کام انجام دینے پڑتے ہیں جیسے جب ہم کو قبر میں ڈالا جاتا ہے تو وہاں پر منکر نکیر کے سوالات ہم کو دینے پڑتے ہیں اگر ہم اس میں کامیاب ہوئے تو سمجھئے کہ آگے کے مراحل میں بھی کامیابی ہمارے مقدر میں ہے اگر ہم اس میں ناکام رہے تو سمجھئے کہ آگے بھی ہمارے لیے ناکامی اور محرومی ہے۔ منکر نکیر کے سوالات کے بعد معلوم نہیں جنت کا ٹھکانہ ہے یا دوزخ کا، اس لئے تمام انسانوں کو چاہئے کہ وہ موت کی یاد سے ہرگز غافل نہ ہوں۔ انسان آج موت کی یاد سے، آخرت

سے غافل ہو کر بے گمراہی کے دلدل میں پھنستا جارہا ہے۔

میرے دینی بھائیوں اور بہنوں! دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہوجائے بہرحال ختم ہونے والی ہے دنیا کا سامان چاہے کتنا زیادہ کیوں نہ ہوجائے چھوٹنے والا ہے۔ جب انسان سے کہا جاتا ہے کچھ عمل کرلو اپنی آخرت کو سنوار لو تو وہ کہتا ہے کل کروں گا اور وہ کل انسان کی زندگی میں کبھی نہیں آتا اور اس کی زندگی ختم ہوجاتی ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں مال ودولت کو جمع کرنے کے لئے اپنی ساری زندگی لگادیتے ہیں، اچانک اس کے پاس موت آجاتی ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہے اور یہ سامان جو اس نے اللہ سے غافل ہو کر جمع کیا تھا اس کے کچھ کام نہ آئے گا، کام آنے والی چیز صرف اعمال صالحہ ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مصیبت وآزمائش کے وقت انسان موت کی تمنا کر بیٹھتا ہے اور اکثر ایسا عورتیں کرتی ہیں کہ وہ موت کی آرزو کر بیٹھتی ہیں لیکن انسان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ موت کے آنے کے بعد کیا اس کی آخرت کے سنورنے کے لیے کچھ نیک اعمال ہیں جس سے وہ جنت کا مستحق ہو سکے۔

اس لئے تمام انسانوں سے یہ گزارش ہے کہ وہ نیک عمل کر کے اپنی قبر کو جنت کا باغ بنالیں، برے عمل کر کے اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا نہ بنائیں کیوں کہ جب نیک آدمی مرجاتا ہے تو فرشتہ اس کو بٹھاتا ہے وہ ایسی حالت میں بیٹھتا ہے نہ اس کو کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے اور نہ اس پر کوئی غم ہوتا ہے اس کے برخلاف برے آدمی پر خوف مسلط ہوتا ہے اور اس کو بہت زیادہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔

افسوس! کہ ہم میں آخرت کی جیسی فکر ہونی چاہئے ویسے فکر نہیں ہے اگر انسان دن میں ایک مرتبہ بھی سچے دل سے موت کی سختی کو یاد کرے تو اس کو کامیاب ہونے کے لئے کافی ہے کیوں کہ جس کے دل میں موت کا خوف اور آخرت کی فکر ہوگی وہ کبھی اللہ کی یاد سے اور اس کے حکموں کو بجالانے سے غافل نہیں رہے گا اس لئے انسان کو چاہئے کہ اللہ کا خوف اور تقویٰ اپنے اندر پیدا کرے یقیناً ایسا شخص دنیا میں بھی کامیاب ہوگا اور آخرت میں بھی۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

بقیہ……معاشرہ کی اصلاح میں حدیث اور سنت نبویؐ سے رہنمائی

اپنے کو بچاؤ اور بچو یعنی لوگ اپنے فائدوں کی غرض سے محض اندازوں سے دین کے اندر نئی باتیں کرتے رہتے ہیں اور ان سے بچو اور یہ دین کے معاملے میں ہے دنیا کے معاملہ میں نہیں، دنیا کے معاملہ میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کام کرے لیکن دین کے معاملہ جہاں اسے اللہ کی رضا کا معاملہ ہوتا ہے اس میں اگر کوئی نئی بات ایجاد کی جاتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں بتائی تو وہ "محدث" ہے یعنی نئی کردی گئی ہے نئے نئے اختیار کردہ معاملات سے بچو جن کو لوگ دین بناتے ہیں حالانکہ وہ دین نہیں ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے بتایا اور کیا ہے یا صحابہ کرامؓ نے کہا اور کیا ہے اس کے علاوہ جو نئی چیزیں اختیار کی جائے گی وہ دین نہیں بلکہ بدعت ہے، بدعت کا مطلب دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور دین کے اندر نئی بات کا ایجاد کرنا کسی کا حق نہیں کیوں کہ دین مکمل کردیا گیا اور اعلان کردیا گیا "الیوم اکملت لکم دینکم" (میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا) دین مکمل ہوگیا اب کوئی نئی بات دین میں داخل نہیں ہوگی" وکل بدعة ضلالة" (حدیث) اور فرمایا ہر نئی بات اور نئی ایجاد یعنی جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں سے الگ ہوگی گمراہی ہوگی، ہدایت وہ ہے جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو ملی ہو، گمراہی وہ ہے جو دین میں نئی بات اختیار کی گئی جس کی اللہ اور اس کے رسول کے یہاں کوئی سند نہیں اور رہنمائی نہیں ملتی وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے حفاظت فرمائے۔ اور قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆

محمود بے مصری

تاریکی سے روشنی تک

محمود بے مصری نے فرمایا:

"میں کئی سال تک فرانس میں رہا اور اپنے ملنے والوں سے ایک فرنچ ڈاکٹر کی تعریف وتوصیف سنتے سنتے اُکتا گیا۔ کوئی کہتا تھا، ڈاکٹر فرشتہ ہے، کوئی کہتا ڈاکٹر سچائی کی مورت ہے، کوئی کہتا تھا ڈاکٹر کی انسانیت اپنا جواب نہیں رکھتی۔ شرافت، راست بازی اور روشن خیالی، عالی ظرفی، اخلاص مندی، کریم النفسی مہمان نوازی غرضیکہ کوئی بھی انسانی وصف ایسا نہ تھا جس سے میرے ملاقاتی اسے نسبت نہ دیتے ہوں۔ میں سمجھا کہ مہمانوں پر اس کی رحمت عام ہوگی، بلکہ تعجب یہ ہے کہ بیماروں سے بڑھ کر تندرست اس کی مداحی کے مرض کا شکار تھے۔

ڈاکٹر کا نام غریبہ تھا۔ فرانسیسی پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا اور یہ اس کی ہردلعزیزی کا دوسرا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ آزاد ممالک میں پارلیمنٹ کی ممبری اور قوم کی ترجمانی ایک ایسا اعزاز ہے جو وہاں ممتاز اور منتخب اشخاص ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے متعلق لوگوں نے بیان کیا کہ ڈاکٹر کی نیک دلی اور صاف باطنی اس اعزاز سے اس قدر زیادہ بلند ہے، جس قدر زمین سے آسمان، وہ حمایت حق اور خدمت خلق کے خیال سے پارلیمنٹ میں داخل ہوا تھا، لیکن اس نے وہاں دیکھا کہ تمام لوگ عدل وانصاف کی بے حرمتی کے درپے ہیں۔ حق وصدق ذبح کیا جارہا ہے۔ غریب کا گوشت بک رہا ہے۔ مظلوموں کا خون ارزاں ہے۔ امن وآزادی کے نام سے غلامی اور فساد کے کھیت بوئے جارہے ہیں، انسانیت پارلیمنٹ ہال میں حق وعدل کی موت پر ماتم کررہی ہے لیکن کوئی نہیں جو اس کی فریاد وآہ وزاری پر رحم کھائے۔ نیک دل ڈاکٹر یہ بات دیکھ کر مبہوت ہوگیا۔ وہ پارلیمنٹ کو ترقی، عقل اور آزادیٔ فکر کی بہشت سمجھ کر داخل ہوا تھا، لیکن یہ دیکھ کر کہ یہاں خوشگوار اور دلفریب تقریروں کے پردوں میں جنگ وجدال، نفرت وفساد اور حرص وہوا کے دوزخ بھڑک رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی بے صبری کے ساتھ اپنی کرسی سے اٹھا۔ اس نے پارلیمنٹ کی عظمت کی پروا نہ کی۔ اس نے ان تمام چیزوں کو اور ساتھ ہی اپنے مال وعزت اور مستقبل کی شہرت وترقی کو بے پروائی سے الگ پھینک دیا۔ وہ پارلیمنٹ سے کنارہ کش ہوگیا۔ صرف پارلیمنٹ سے نہیں بلکہ پیرس سے بھی کنارہ کش ہوگیا اور رونق وعزت کی اس جہنم سے کنارہ کش ہو کر فرانس کے ایک چھوٹے سے پرسکون گاؤں میں اقامت اختیار کرلی اور خلق خدا کی خدمت میں مصروف ہوگیا۔

محمود بے مصری نے فرمایا: "جب مجھے ان حالات کا علم ہوا اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ فرانس کا یہ عظیم الشان انسان اسلام قبول کرچکا ہے تو میں نے آرزو کی کہ اس یگانۂ روزگار ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہئے۔ اور کم سے کم قبول اسلام کا سبب دریافت کرنا چاہئے۔

جونہی ملاقات نے میرے قدموں کو حرکت دی، میں پیرس سے نکلا اور اس بستی کا رُخ کیا جہاں یہ ممتاز ترین انسان رہتا تھا۔ میں بستی میں داخل ہوا اور ڈاکٹر غریبہ کے متعلق لوگوں سے دریافت کرنے لگا۔ میں جس شخص سے ڈاکٹر کے متعلق پوچھتا وہ ادب سے جھک جاتا اور نہایت ہی مسرت اور گرمجوشی سے میرے سوالات کا جواب دیتا۔ شہر کی تمام آبادی کو ڈاکٹر کی احسان مندیوں نے جھکا دیا ہے۔ شہر میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس سے ڈاکٹر نے عزت وشرافت اور مروت کا سلوک نہ کیا ہو۔ وہ بچوں کے لئے سراپا محبت وشفقت، فقیروں اور غریبوں کے لئے عزت ومسرت کا پیغام تھا، یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے لئے حفاظت کا سرمایہ تھا۔ اگرچہ شہر کی دیواروں پر اس کے نام اشتہار چسپاں تھے، لیکن میں نے دیکھا کہ ہر ہر پیشانی پر اس کی عزت کا سائن بورڈ آویزاں ہے اور خلق خدا کے قلوب اس کے خلوص واحسان کی گراں باریوں نے کمان کی طرح جھکا رکھے ہیں۔

میں بہت جلد ڈاکٹر کے پاس پہنچا۔ اس کی پیشانی پر محبت اور خوش اخلاقی کے معصوم ستارے کھیل رہے تھے۔ وہ مجھے بڑی گرمجوشی سے ملا۔ ایسی گرمجوشی سے جس سے اخوت اسلامیہ کا نام زندہ ہے۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکا، تو میں نے پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟''

ڈاکٹر غرینیہ نے جواب دیا:

''قرآن پاک کی صرف ایک آیت۔''

تو کیا آپ نے کسی مسلمان عالم سے قرآن پڑھا اور اس کی ایک آیت نے آپ پر اثر کیا؟'' محمود بے مصری نے پوچھا۔

''نہیں میں نے کسی مسلمان سے اب تک ملاقات نہیں کی۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''پھر قرآن کی کوئی تفسیر پڑھی؟'' محمود بے مصری نے پوچھا۔

''تفسیر بھی نہیں پڑھی'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ واقعہ کیونکر گزرا؟''

ڈاکٹر نے جواب دیا: ''میری جوانی سمندری سفروں میں گزری ہے۔ سمندر کے نظاروں اور بحری سفروں کا شوق اس قدر دامن گیر تھا کہ گویا میں ایک آبی مخلوق ہوں۔ میں اپنے رات اور دن پانی اور آسمان کے درمیان بسر کرتا تھا، اور اس قدر مسرور تھا کہ گویا میری زندگی کا مقصد ہی یہی ہے۔ انہی ایام میں قرآن پاک کے فرانسیسی ترجمہ کا ایک نسخہ جو موسیلو سا قاری کے قلم سے تھا، مجھے دستیاب ہوا۔ میں نے اسے کھولا تو سورۂ نور کی ایک آیت میرے سامنے تھی۔ جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی تھی۔ میں نے اس آیت کو نہایت ہی دلچسپی سے پڑھا۔ اس آیت میں کسی گمراہ شخص کے حالات کے متعلق ایک نہایت ہی عجیب تمثیل بیان کی گئی تھی۔ آیت میں لکھا تھا کہ گمراہ شخص حالت انکار میں اس طرح دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مارتا ہے جیسے ایک شخص اندھیری رات میں جب کہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں سمندر کی لہروں کے نیچے ہاتھ پاؤں مارتا ہو۔

ڈاکٹر غرینیہ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا کہ اس کا دل تمثیل کی عزت سے لبریز تھا اور اس کے اندازِ بیان سے ظاہر تھا کہ اس کے نزدیک اس تمثیل کی عمدگی اور دل نشینی صداقت اسلام کی ایک بہت ہی کافی دلیل ہے۔ لیکن ڈاکٹر کے بیان سے میرا دل مطمئن نہ تھا۔ میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب!'' اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا؟''

ڈاکٹر نے جواب دیا، آیت یہ تھی۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔

ان کی مثال بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے اس طرح کہ سمندر کو لہر نے ڈھانپا ہے لہر کے اوپر لہر ہے اس کے اوپر بادل ہے، یعنی اندھیرے پر اندھیرا۔ اس حال میں ایک شخص تہہ دریا میں اپنا ہاتھ باہر نکالے تو توقع نہیں کہ اس کو دیکھ سکے۔ جس کو خدا نور نہ دے اس کیلئے کوئی روشنی نہیں۔

جب میں نے آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان کی واقعیت سے بہت متاثر ہوا اور میں نے خیال کیا کہ حضرت محمدؐ ضرور ایسے شخص ہوں گے جن کے رات دن میری طرح سمندر میں گزرے ہوں گے لیکن اس خیال کے باوجود بھی مجھے حیرت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کمال کا اعتراف تھا کہ انہوں نے گمراہوں کی آوارگی اور ان کی جدوجہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے گویا کہ وہ خود رات کی سیاہی، بادلوں کی تاریکی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بے حواسی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اس قدر گنتی کے چند لفظوں میں ایسی جامعیت سے خطرات بحر کی صحیح کیفیت بیان نہیں کرسکتا؟

لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمدؐ عربی محض امی تھے اور انہوں نے زندگی بھر کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا۔ اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہوگیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ محمدؐ کی آواز نہیں بلکہ اس خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہوتا ہے میں نے قرآن کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس کی آیتوں پر بڑی احتیاط سے غور کرنے لگا۔ اور چند دنوں میں مسلمان ہوگیا۔

مولانا عبدالعلیم ندوی

خدمت خلق اسلام کی نظر میں

آج کے اس مشینی دور میں جب ہر شخص عدیم الفرصتی کی شکایت کرتا ہوا نظر آتا ہے، خدمت خلق کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، عام طور پر دیکھا جارہا ہے کہ آج ہر شخص عافیت پسندی کو ترجیح دے رہا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کی خدمت کرنا یا دوسروں کو وقت دینا یا کسی کی مدد کے لئے کوشش کرنا اس زمانے میں ممکن نہیں ہے۔ یہ منفی سوچ ہے۔ اسلام نے اس پر قدغن لگائی ہے اور انسانوں کی خدمت پر بہت زور دیا ہے بلکہ اسے عین عبادت قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون۔"

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ اس آیت میں رکوع اور سجدہ سے مراد نماز اور خیر سے مراد اللہ کے بندوں کی خدمت ہے، یہ دونوں چیزیں عبادت میں شامل ہیں لیکن ان کی خصوصیت واہمیت کی بناء پر الگ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ صاحب تفسیر ابی السعودؒ "وافعلوا الخیر" کی تفسیر ان الفاظ سے فرماتے ہیں:

"تحروا ما ھو خیر واصلح فی کل ما تأتون وما تذرون کنوافل الطاعات وصلۃ الارحام ومکارم الاخلاق" (تفسیر ابی السعود ص:۳۹۸)

انسانوں کی پریشانیاں دور کرنے اور ان کے لئے سہولتیں فراہم کرنے اور ان کے کام آنے کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من نفس عن مومن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کرب یوم القیامۃ ومن یسر علیٰ معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والآخرۃ واللہ فی عون العبد فی عون اخیہ۔"

جو شخص کسی مومن سے دنیا کی کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی تکلیف کا ازالہ کردے گا اور جو شخص مشکل میں پھنسے آدمی کو آسانی فراہم کرے گا اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا کردے گا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے (ترمذی شریف)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خیر الناس انفعھم للناس" (فیض القدیر للمناوی۔ ص۔۳۱۸۔ ج۳)

سب سے بہتر انسان وہ ہے جس کی ذات سے انسانوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ بیوہ اور مسکین سماج کے دو کمزور طبقات ہیں جو شخص ان کی خبر گیری کرتا ہے اور ان کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اس کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور مسلسل نمازیں پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے کے برابر قرار دیا گیا ہے جب کہ ترمذی شریف کی اس روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قدر یہ ہے:

"الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ وکالذی یصوم النھار ویقوم اللیل"

اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور اس کے برابر ہے جو دن کو روزہ اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے چالیس سال تک خدمت خلق کو ہی اپنا مشن بنائے رکھا، اس سلسلہ میں حضرت خدیجہؓ کے بیان سے زیادہ معتبر کس کا بیان ہوگا۔

بقیہ......۳۱......صفحہ پر)

مولانا نثار احمد حصیر القاسمی

اچھی صحبت اختیار کریں

نیکی اور بھلائی ایسی نعمت ہے جو ایمان والوں کی ہر مشکل کو آسان بنا دیتی ہے اور ہر پریشانی وتنگی کو آرام وراحت میں تبدیل کردیتی ہے، اخوت وبھائی چارگی کے حوصلے کو بڑھاتی ہے، اچھی دوستی انسان کے اندر جلا بخشتی، اس کی خوشی کو دوبالا کر کے اس کے غموں کو ہلکا کرتی، عقل ودانش کے دروازے کو کھولتی، روح میں تازگی پیدا کرتی، خوبیوں کے مادے کو تقویت پہنچاتی، خیرخواہی وغمخواری کرتی، اس کے درد کو ہلکا کرتی اور اس کی غلطیوں کا مداوا کرتی ہے، پھر وہ انسانیت کا نمونہ بن کر ابھرتا ہے، جس کی نشاندہی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مثل المؤمن فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم کمثل الجسد الواحد، ان اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی"

کہ آپس میں محبت وہمدردی کرنے، رحم وکرم کا معاملہ کرنے اور شفقت ومہربانی کرنے میں مومن کی مثال جسم واحد جیسی ہے کہ جس کے کسی ایک حصہ کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بے خوابی وتپش میں پورا جسم اس کے لئے تڑپ اٹھتا ہے، بعض سلف سے کہتے ہوئے سنا گیا کہ "اللہ کی قسم جب میں اپنے کسی مسلمان بھائی کو ایک لقمہ کھلاتا ہوں تو اس کھانے کی لذت اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں" نیکی، شرافت اور جذبات خیر یا بھلائی کرنے کا مادہ ہر کس وناکس کے اندر نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ چیزیں اچھی تربیت سے حاصل ہوتیں یا فطری ہوتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا "من اکرم الناس" کہ سب سے معزز وشرافت والا انسان کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: "اتقاھم" یعنی جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو پوچھنے والے نے عرض کیا: میں اس کے بارے میں دریافت نہیں کررہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ

کہ سب سے معزز یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور والد بھی نبی تھے اور دادا تو اللہ کے خلیل ہی تھے، پوچھنے والوں نے پھر عرض کیا کہ میں اس کے بارے میں بھی نہیں پوچھ رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تم عرب کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ زمانہ جاہلیت میں جو خوبی والے تھے، اسلام میں بھی وہی بہتر اور خوبی والے ہیں، بشرطیکہ اس نے دین کی سمجھ حاصل کرلی ہو۔ سارے لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے، بلکہ ہر ایک خوبیاں، اوصاف واطوار، عزم وحوصلے، عقل ودانش اور انداز فکر الگ الگ ہوتے ہیں، روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علم مومن کا دوست (خلیل) ہے حلم وبردباری اس کا وزیر ہے، عقل اس کی رہنما ہے، عمل اس کی قیمت اور سرمایہ ہے، نرمی اس کا والد اور شیریں کلامی اس کا بھائی ہے اور صبر اس کے لشکر کا سپہ سالار ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا: تمہیں پتہ ہے نرمی کیا ہے؟ ہم نشینوں نے عرض کیا آپ ہی فرمادیں تو انہوں نے فرمایا: ہر چیز موقع محل سے کی جائے، سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ نرمی برتنی چاہئے اور تلوار کو اس کے مقام پر ہی رکھا جائے، تلوار کی جگہ میں ترنمی پیدا کرنا اور نمی کی جگہ پر تلوار رکھنا نقصان دہ ہے، اخوت وبھائی چارگی سے انس ومحبت، انشراح صدر اور اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے اور وحشت واجنبیت اور نامانوسیت دور ہوتی ہے، خلت، محبت سے اوپر کی چیز ہے، خلت کا وصف ان ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے، جو عقل ودانش میں مکمل، علم میں آگے اور پوری بصیرت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس کے اندر

محبت وانسیت، زیادہ علم، زیادہ عقل، زیادہ حوصلے اور زیادہ پختگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ہر محبت کے اندر نہیں ہوتی، بلکہ خال خال پائی جاتی ہیں، اسی لئے حکمانے کہا ہے کہ تین چیزیں دنیا کے عجائبات میں سے ہیں، عنقا، جبرئیل اور وفادار خلیل (سچا دوست) انہوں نے یہ بھی کہا ہے (خلیل) کی جدائی بچپن میں ماں کی وفات اور مالداری کے بعد محتاجی اور فقر وافلاس کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک مقرر کردہ نظام ہے، وہ ہمیشہ اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں کے ساتھ ہوتا ہے، بکر بن عبد اللہ المزنی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو ساری مخلوق نے اللہ سے التجا کی اور کہا کہ اے اللہ، اے پروردگار! آپ کے خلیل کو آگ میں ڈالا جارہا ہے، آپ اجازت دیں تو ہم اس آگ کو بجھادیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ میرا خلیل ہے اور روئے زمین پر اس کے سوا میرا کوئی دوسرا خلیل نہیں، میں ہی اس کا رب ہوں، میرے سوا اس کا کوئی رب وپروردگار نہیں، تو اگر ابراہیم تم سے مدد طلب کریں تو تم ضرور ان کی مدد کرنا اور اگر وہ تمہاری مدد طلب نہ کریں تو تم اسے چھوڑ دینا اس میں مداخلت مت کرنا، اسکے بعد بارش پر مامور فرشتے آئے اور اللہ سے اسی طرح اجازت طلب کی تو اللہ نے انہیں بھی یہی جو اب دیا، پھر جب انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو انہوں نے اپنے رب کو پکارا اور ان کی پکار سنتے ہی ساری جہاں کی آگ ٹھنڈی ہوگئی اور مشرق سے مغرب تک کی ساری آگوں کے اندر یہ صلاحیت نہیں رہی کہ وہ جلائیں یا کھانا پکاسکے۔

آج مسلمانوں کی جو حالت ہے جس طرح ان پر ہر چہار جانب یلغار ہورہی ہے، اسی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی نہیں اور جو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اللہ اسے ضائع نہیں ہونے دیتا، شرط یہ ہے کہ ہم مخلوق سے لولگانے کے بجائے خالق سے لولگائیں، دوسروں کو دستگیری کے لئے پکارنے کے بجائے اپنے اصل رب کو پکاریں، اس وقت ہماری حفاظت کرنے والا اور ہمارا سب سے بڑا محافظ تقویٰ اور اللہ سے ڈرنا ہے۔ ہم اس کا قرب حاصل کرنے کی فکر کریں، اس کے نیک بندوں اور صالحین کی صحبت اختیار کریں، انہی سے دوستی اور لگاؤ رکھیں۔

آج کی زندگی ریاکاری، نفاق دھوکہ دہی، دروغ گوئی اور حرام خوری سے لبریز ہے، ہر طرح کی برائیاں عام ہیں، عوام تو عوام خواص اور اسٹیج پر لمبی لمبی ناصحانہ باتیں کرنے والوں اور امت کو مشورے دینے والوں کے گھروں میں بھی لہو ولعب کے سارے سارے سامان فراہم وموجود ہیں، اس صورت حال میں کیا مسلمانوں کا محافظ اس کے سوا کچھ اور ہوسکتا ہے کہ ہم اچھوں کی صحبت اختیار کریں، خواہ وہ غریب ہوں اور منافقوں، دنیاداروں سے دوری اختیار کریں، خواہ وہ کسی بھی جہاں میں ہو۔

☆☆☆

بقیہ......خدمت خلق اسلام کی نظر میں

چنانچہ وحی الٰہی کے پہلے نزول کے وقت جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اضطراب کی ایک خاص کیفیت طاری ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس تشریف لائے اور غار حرا میں آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے اور سورہ اقراء کے نازل ہونے کا جو واقعہ پیش آیا تھا وہ ان کو سنایا تو حضرت خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے آپ کے اخلاق کریمانہ اور بندگان الٰہی کی خدمت کے وہ کام آپ کو یاد دلائے جو چالیس سال سے آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھے، حضرت خدیجہؓ کے الفاظ جو امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے نقل کئے ہیں، حسب ذیل ہیں:

"واللہ ما یخزیک اللہ انک لتصل الرحم وتعل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ ثوائب الحق"

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی خاطر کرتے ہیں، اور آسمانی حوادث میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ان پانچ جملوں میں اخلاق حسنہ اور خدمت خلق کی تمام بنیادی باتوں کا تذکرہ آگیا۔

☆☆☆

مولانا یونس پالنپوریؒ

مومن ایک آئینہ ہے

تم میں سے ہر مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کرے (ترمذی)

اپنے دوستوں کی اصلاح وتربیت سے کبھی غفلت نہ کیجئے، اپنے اندر وہ بیماری کبھی نہ پیدا ہونے دیجئے جو اصلاح وتربیت کی راہ میں بڑی روکاوٹ ہے یعنی خود پسندی اور کبر۔ دوستوں کو ہمیشہ آمادہ کرتے رہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو محسوس کریں اور خود بھی اپنی خطاؤں کے اعتراف کو محسوس کریں اور خود بھی اپنی کوتاہی کو محسوس کریں اور خود بھی اپنی خطاؤں کے اعتراف میں جرأت سے کام لیں اور اس حقیقت کو ہمہ وقت نگاہ میں رکھیں کہ اپنی کوتاہی کو محسوس نہ کرنے اور اپنی برأت پر اصرار کرنے سے نفس کو بدترین غذا ملتی ہے۔

نمائشی عاجزی دکھانا، الفاظ میں اپنے کو حقیر کہنا، رفتار وانداز میں خشوع کا اظہار کرنا یہ نہایت آسان ہے لیکن اپنی کوتاہیوں کو ٹھنڈے دماغ سے سننا اور تسلیم کرنا اور اپنے نفس کے خلاف دوستوں کی تنقید برداشت کرنا مشکل کام ہے لیکن حقیقی دوست وہ ہیں جو بیدار ذہن کے ساتھ ایک دوسرے کی زندگی پر نگاہ رکھیں اور اس پہلو سے ایک دوسرے کی تربیت واصلاح کرتے ہوئے کبر وخود پسندی سے بچاتے رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین باتیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں:-

۱-ایسی خواہش کہ انسان اس کا تابع وغلام بن کر رہ جائے۔

۲-ایسی حرص جس کو پیشوامان کر اس کی پیروی کرنے لگے۔

۳-اور خود پسندی، یہ بیماری ان تینوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ)

تنقید واحتساب ایک ایسا نشتر ہے، جو اخلاقی وجود کے تمام فاسد مادوں کو باہر نکال پھینکتا ہے اور اخلاقی توانائیوں میں خاطر خواہ اضافہ کرکے فرد اور معاشرہ میں نئی روح پھونک دیتا ہے۔ دوستوں کے احتساب اور تنقید پر مشتعل ہونا ہلاکت ہے اور اس خوشگوار فریضہ کو ادا کرنے میں کوتاہی برتنا بھی ہلاکت ہے۔ دوستوں کے دامن میں گھناؤنے دھبے نظر آئیں تو بے چینی محسوس کیجئے اور انہیں صاف کرنے کی حکیمانہ تدبیریں کیجئے اور اسی طرح خود بھی فراخ دلی اور عاجزی کے ساتھ دوستوں کو ہر وقت موقع دیجئے کہ وہ آپ کے داغ دھبوں کو آپ پر نمایاں کریں اور جب وہ یہ تلخ فریضہ انجام دیں تو اپنے نفس کو پھسلانے کے بجائے انتہائی عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی کے جذبات سے ان کی تنقید کا استقبال کیجئے اور ان کے اخلاص وکرم کا شکریہ ادا کیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثالی دوستی کو ایک بلیغ تمثیل سے اس طرح واضح فرمایا ہے: ”تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے، پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کرے“ (ترمذی)

اس تمثیل میں پانچ ایسے روشن اشارے ملتے ہیں جس کو پیش نظر رکھ کر آپ اپنی دوستی کو واقعی مثالی دوستی بنا سکتے ہیں۔

۱۔ آئینہ آپ کے داغ دھبے اسی وقت ظاہر کرتا ہے جب آپ اپنے داغ دھبے دیکھنے کے ارادے سے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، ورنہ وہ بھی مکمل خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دوست کے عیب اسی وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لیے آپ کے سامنے پیش کرے اور فراخ دلی سے تنقید واحتساب کا موقع دے اور آپ بھی محسوس کریں کہ اس وقت اس کا ذہن تنقید سننے کے لئے تیار ہے اور دل میں اصلاح قبول کرنے کے جذبات موجزن ہیں اور اگر آپ یہ کیفیت نہ پائیں تو حکمت کے ساتھ اپنی بات کو کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھیں اور خاموشی اختیار کریں اور اس کی عدم موجودگی میں تو اس قدر احتیاط کریں کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ بھی نہ آئے جس سے اس کے کسی عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لئے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے دل جڑتے نہیں بلکہ ٹوٹتے ہیں۔

۲۔ آئینہ چہرے کے انہی داغ دھبوں کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے جو فی الواقع چہرے پر موجود ہوتے ہیں نہ وہ کم بتاتا ہے اور نہ ان کی تعداد بڑھا کر پیش کرتا ہے پھر وہ چہرے کے صرف انہی عیوب کو نمایاں کرتا ہے جو اس کے سامنے آتے ہیں وہ چھپے ہوئے عیوب کا تجسس نہیں کرتا ہے اور نہ کرید کرید کر عیوب کی کوئی خیالی تصویر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دوست کے عیوب بے کم وکاست بیان کریں۔ نہ تو بے جا مروت اور خوشامد میں عیوب چھپائیں اور نہ اپنی خطابت اور زور بیان سے اس میں اضافہ کریں۔ تجسس اور ٹوہ میں نہ لگیں پوشیدہ عیبوں کو کریدنا کوئی اخلاقی خدمت نہیں۔

”نبی کریمؐ ایک مرتبہ منبر پر چڑھے اور نہایت اونچی آواز میں آپؐ نے حاضرین کو تنبیہ فرمائی، مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو، جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو طشت ازبام کرنے پر تل جاتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر اللہ تل جائے اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر کے کیوں نہ بیٹھ جائے“ (ترمذی)

۳۔آئینہ ہر غرض سے پاک ہو کر بے لاگ انداز میں اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ وہ بغیر کسی غرض کے اس کا صحیح نقشہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ نہ وہ کسی سے بغض اور کینہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے انتقام لیتا ہے۔ آپ بھی ذاتی اغراض وجذبہ انتقام، بغض وکینہ اور ہر طرح کی بدنیتی سے پاک ہو کر بے لاگ احتساب کیجئے کہ آپ کا دوست اپنے کو سنوار لے۔ جس طرح آئینہ کو دیکھ کر آدمی اپنے کو سنوار لیتا ہے۔

۴۔ آئینہ میں اپنی صحیح تصویر دیکھ کر نہ تو کوئی جھنجھلاتا ہے اور نہ غصے میں بے قابو ہو کر آئینہ توڑ دینے کی حماقت کرتا ہے بلکہ فوراً اپنے کو بنانے اور سنوارنے میں لگ جاتا ہے اور دل ہی دل میں آئینے کی قدر وقیمت محسوس کرتے ہوئے زبان حال سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ واقعی آئینے نے میرے بننے اور سنورنے میں میری بڑی مدد کی اور فطری فریضہ انجام دیا اور پھر نہایت احتیاط کے ساتھ دوسرے وقت کے لیے اس کو بحفاظت رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کا دوست اپنے الفاظ کے آئینے میں آپ کے سامنے آپ کی صحیح تصویر رکھے تو آپ جھنجلا کر دوست پر جوابی حملہ نہ کریں بلکہ اس کے شکرگزار ہوں کہ اس نے دوستی کا حق ادا کیا اور نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسی لمحے اپنی اصلاح وتربیت کے لئے فکر مند ہو جائیں اور انتہائی فراخ دلی اور احسان مندی کے ساتھ دوست کی قدر وعظمت محسوس کرتے ہوئے اس سے درخواست کریں کہ آئندہ بھی وہ آپ کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتا رہے۔

۵۔ مسلمانوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے اور بھائی بھائی کے لئے اخلاص ومحبت کا پیکر ہوتا ہے وفادار، خیر خواہ، ہمدرد اور غم گسار ہوتا ہے بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور خوش دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے اس لئے بھائی اور دوست جو تنقید کرے گا اس میں انتہائی دل سوزی اور غم خواری ہوگی۔

محبت اور خلوص ہوگا، بے پایاں درد مندی اور خیر خواہی ہوگی اور لفظ لفظ جذبہ اصلاح کا آئینہ دار ہوگا اور ایسی ہی تنقید سے دلوں کو جوڑنے اور زندگیوں کو بنانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

زرینہ لئیق

انفاق فی سبیل اللہ

الـذیـن یقیمون الصلوٰۃ وممارزقنھم ینفقون۔

"مومن وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"

انفاق اسلام کی ایک اہم بنیادی تعلیم ہے کہ انسان خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ بالفاظ دیگر خدا کی رضا کے لیے قربانی دے۔

مومن کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ دیتا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور غریب انسان کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے، کم نیکیاں ہی ایسی ہیں جن کی اس قدر آپ نے ترغیب دی ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ صبح دو فرشتے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرمایئے اور دوسرا کہتا ہے کہ روک رکھنے والوں کو نقصان پہنچایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ اے بنی آدم! خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اس سے خوف اور خشیت کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے انفاق کو آخرت کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بتایا ہے، اس لئے جس شخص کے دل میں آخرت کا خوف ہوگا وہ یقیناً اپنا مال صرف کرکے آخرت میں عذاب سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ قرآن کہتا ہے کہ یتیموں اور مسکینوں کو وہی دھکا دیگا جو خدا اور آخرت سے غافل ہو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اس کی رحمت کو دعوت دیتا ہے۔ جو شخص محتاج ہے وہ اس بات کا موقع فراہم کرتا ہے کہ اسکی حاجب پوری کرکے اللہ کی رحمت کا مستحق ہوجائے۔ قرآن وحدیث میں بار بار زکوۃ کی تاکید اور امور خیر میں انفاق کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی فضیلت اور اجر وثواب کا بیان ہوا ہے۔

انفاق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدقات میں سب سے افضل یہ ہے کہ آدمی پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اس کے بعد صدقے کی فضیلت ہے جو دین کی سربلندی کے لیے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور آپ کا انفاق بے مثال تھا۔ مال ودولت کو وہ ضرورت پوری کرنے کا ایک ذریعہ اور اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے کی ایک چیز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی دولت دی مگر آپ نے دولت سے پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے دولت کو انسانیت کی خدمت کے لیے خرچ کیا، اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو گھر میں ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔ دولت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی کمی نہ تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتے تھے۔ بی بی خدیجہؓ کے پاس بے حساب مال تھا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ساری رقم اسلام کے کاموں اور مسلمانوں کی امداد میں خرچ کی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میں وہ روپیہ جمع کرلیتا جو میں نے اللہ کے فضل سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے تو کوہ احد کے برابر بڑا ڈھیر لگ جاتا۔"

آپؐ انسانوں میں سب سے بڑے سخی تھے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نوے ہزار درہم آئے۔ آپ نے وہ سارے رقم وہیں مسجد میں اپنے سامنے ایک چٹائی پر رکھوادی اور ضرورت مندوں کو دینی شروع کی۔ آخر میں ایک پیسہ بھی نہ رہا جو بیت المال کو جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام آجاتا۔ دلچسپ بات یہ کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کھانے سامان بالکل نہیں تھا۔

اللہ کی راہ میں انفاق اتنا بڑا نفع کا سودا ہے کہ آدمی آسانی سے اس کا تصور نہیں کرسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انسان ایک دانا بوئے اور سات سو دانے اگائے۔ انسان بہت ہی نادان ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں اس کا خسارہ ہے حالانکہ یہ نقصان کا نہیں بلکہ نفع کا سودا ہے۔ وہ آج جو مال خرچ کرے گا کل اس کا بہترین صلہ اسے ملے گا۔ یہاں ایک پیسہ صرف کرے گا تو وہ بڑھ کر دس، بلکہ سات سو پیسے کی شکل میں اس سامنے آئے گا۔

خوش نصیب ہے وہ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور کھلے دل سے خرچ کرتے ہیں کیوں کہ ان کا مال بے حساب اضافے کے ساتھ ان کو لوٹایا جائے گا۔ اور اس وقت لوٹایا جائے گا جب کہ وہ خالی ہاتھ اور سرمائے کے محتاج ہوں گے۔

انفاق فی سبیل اللہ کو قرآن میں بعض مقامات پر قرض کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ جس طرح قرض واجب الاداء ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے راستے میں جو پیسہ خرچ کیا جائے وہ اس کے ذمے قرض ہے جسے وہ آخرت میں لازماً ادا کرے گا۔ قرآن ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ مال ہے تو اسے خرچ کرو اور اسے ذخیرۂ آخرت بناؤ اس لئے کہ کل قیامت کے روز دولت، تجارت اور کاروبار، رشتے دار اور تعلقات اور درخواست اور سفارش کوئی چیز کام نہیں آئیگی۔ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ ہوگیا وہی کام آئے گا۔

ایک اور موقع پر فرمایا گیا کہ موت کے آنے سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اس میں کوتاہی اور غفلت سخت ذلت ورسوائی اور عذاب کا باعث ہوگی، اس وقت انسان خرچ کرنا چاہے گا لیکن اس کو موقع نہ ہوگا وقت نکل چکا ہوگا اور آدمی کف افسوس ملتا رہ جائے گا۔

اللہ کا دین اس وقت بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے انسانوں پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے۔ باطل تحریکیں ہر طرف پھیل رہی ہیں خدا بیزاری اور آخرت فراموشی سارے عالم پر چھائی ہوئی ہے اور اللہ کے دین کو اس کے ماننے والوں تک نے اپنی زندگیوں سے بے دخل کر رکھا ہے۔ اس حالت میں کسی کا اپنے پیسے سے دین کو تقویت پہنچانا بڑی ہی قدر وقیمت رکھتا ہے۔ عام حالات میں بھی اگر کوئی انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہے تو اس کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ اجر ثواب کا وہ اس وقت مستحق ہوگا جب کہ دین بے حد مظلوم ہو اور حمایت ونصرت کے لیے اسے آواز دے رہا ہو۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس وقت اپنے مال کے ذریعے دین کی مدد کریں۔

قرآن مجید نے تاکید کی ہے کہ انفاق اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہو اس میں ریاکاری اور نام نمود کا جذبہ ہرگز نہ پایا جائے۔ آدمی خرچ کرے تو احسان نہ جتائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے توفیق دی۔

کوئی بھی کامیابی بغیر کسی قربانی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں کوئی بھی قوم قربانی کے بغیر معزز وسربلند نہیں ہوئی پھر ہم کس طرح ہوسکتے ہیں اور جب دنیا کی حقیر اور چند روزہ کامیابی کا یہ حال ہے تو آخرت کی عظیم اور لازوال کامرانی قربانیوں کے بغیر کیوں کر حاصل ہوسکتی ہے۔ جنت فی الحقیقت انہی لوگوں کے لیے ہے جو اپنا سب کچھ خوشی خوشی خدا کے حوالے کردیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔** ☆☆☆

ماہنامہ "رضوان" کے قدیم قاری مولانا شہاب الدین ندوی صاحب کے والد محترم جناب **مولانا محمد منتقیٰ قاسمی** صاحب ۱۰ر فروری ۲۰۰۹ء کو شب میں رحلت فرماگئے۔ **انا للہ و انا إلیه راجعون۔**
مرحوم پیرھ واچند نبور مہراج گنج کے رہنے والے تھے ان کی عمر ۶۷ سال تھی دارالعلوم دیوبند سے فارغ اور مولانا اسعد مدنیؒ کے شاگردوں میں تھے۔
پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔
قارئین "رضوان" سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

ایک گھر

عقیلہ رافع عثمانی

رہنے کو ایک ٹھکانہ تن ڈھانکنے کو کپڑا اور پیٹ بھرنے کو غذا ایسی ضروریات زندگی ہے۔ ہر شخص اپنی پوری زندگی میں رہنے کو ایک گھر ضرور بنانا چاہتا ہے جہاں وہ مکمل تحفظ سکون اور آزادی سے رہ سکے اس سکون کی تلاش میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کی جاتی ہیں۔ پوش علاقوں میں بڑے بڑے پلاٹ خریدے جاتے ہیں گھر تیار ہونے پر اس کے سنوارنے سجانے پر بھی لاکھوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔

اس طرح سجے سجائے پر تعیش بنگلے کوٹھیاں آپ کو جابجا ملیں گے آپ پر اپنی امارت اپنی شان کا رعب ڈالتے نظر آئیں گے مگر ان میں رہنے والوں کو یہ نہیں معلوم کہ یہ آرام آسائش محض چند روزہ ہے۔ جس زندگی کو جینے کی تمنا وہ ہزاروں سال کرتے ہیں اور موت جیسی حقیقت کے بارے میں سوچنا بھی جن کے لئے وحشت کا سبب ہے وہ موت لذتوں کو توڑ دینے والی اپنوں سے جدا کر دینے والی ہر گھر میں دن میں تین بار دستک دے رہی ہے اور قرآن شریک میں صاف صاف اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ ''موت کا ذائقہ ہر نفس کو چکھنا ہے۔'' موت وزندگی کی ڈور تو اس قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے جس نے مرنے کی کوئی عمر مقرر نہیں کی بچہ۔ جوان۔ بوڑھا کسی کو بھی کسی وقت موت آدبوچتی ہے ادھر سانسوں کی ڈور ٹوٹی نبض کی رفتار تھمی دل کی دھڑکن رکی اور پل میں سارا عالم ہی بدل گیا۔ A.C. کی ٹھنڈک۔ نرم گرم بستروں کے مزے کہاں ہیں۔ سانس رکی نہیں جہاں پل میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔

اب ذرا اس طرف بھی ایک نظر ڈالئے ایک گھر پہلے سے تیار ہے اور ہر شہری کو وہ گھر آواز دیتا ہے مگر ہم سنتے نہیں دنیا میں جو اس قدر مصروف رہتے ہیں یہ پلاٹ ہر ایک کے لئے ہے اس جگہ رہنے کی مدت بھی معلوم۔ اس میں داخل ہونے کے بعد تا قیامت آپ کو اسی گھر میں بس چپ چاپ پڑے رہنا ہے۔ یہ گڑھا قبر کا جہاں نہ جھاڑ ہیں۔ نہ فانوس اس کی دیواریں عمدہ پتھروں سے سجی نہیں ہیں اس کا فرش بھی خوبصورت ٹائلس سے سجا نہیں ہے مگر پھر بھی ہم کو اس میں رہنا ہے قیامت کے آنے تک۔ وہ دنیا تھی جس کو چھوڑ آئے اور یہ عالم برزخ ہے۔

ہماری دنیا دار العمل ہے جیسا بوئیں گے آنکھ بند ہوتے ہی فصل کی کٹائی شروع ہو جائے گی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے''۔ اور اسی لئے قبر کو حدیث شریف میں ''قبر دوزخ کے گڈھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' بتایا گیا ہے۔

یہ زندگی اور اس کی چند سانسیں جو ہم کو ملی ہیں بہت غنیمت جانئے یہ وقت جو ہم گذار رہے ہیں بہت قیمتی ہے۔ ہم اس کو اللہ کی رضا میں صرف کر کے نہ صرف دنیا بلکہ عقبیٰ کو بھی سنوار سکتے ہیں۔ روپیہ پیسہ جو ہم کو اللہ نے عطا کیا ہے وہ صدقہ خیرات کر کے غریبوں کے دکھ درد بانٹ کے دینی اور فلاحی کاموں میں لگا کر اللہ کی نظر میں کوئی مقام حاصل کر سکتے ہیں اس چند روزہ زندگی کے لئے جس کے خاتمہ کی مدت بھی کسی کو معلوم نہیں اسراف بیجا کر کے خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور بعد مرگ ورثاء کو بھی لڑائی جھگڑے سے دوچار کرتے ہیں۔

آیئے ان دنیوی گھروں سے الگ کوئی ایسی جگہ کیوں نہ لیں جن کے مالک صرف وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے مقرب

اور محبوب بندے ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے جو قیامت کے روز داہنے ہاتھوں میں اعمال نامے لئے ہوں گے اور علیین میں شمار کئے جائیں گے۔ خوش وخرم خوشی سے ان کے چہرے دمکتے ہوں گے جن کی تعریف اللہ پاک قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ''کسی کے محل موتیوں کے ہوں گے جن کے نیچے پانی دودھ شراب کی نہریں ہوں گی۔ بہت سی نہریں شہد کی بھی ہوں گی جو بالکل صاف ہوگا'' آگے قرآن پاک میں اور نعمتوں کا بھی ذکر ہے۔ ''جنتی لوگوں کیلئے میوہ دار درخت کثرت سے ہوں گے جن میں ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی خصوصیت سے کھجور۔ انار۔ کیلے ہوں گے۔''

عام جنتی بھی اللہ کی نعمتوں سے محروم نہ ہوگا وہاں بھی چاندی کی دو جنتیں ہوں گی جن کے اندر ایسے ہی چشمے اور پھلوں کے باغات ہوں گے۔ خوبصورت عورتیں (حوریں) ہر وقت جنتی لوگوں کا دل بہلایا کریں گی وہ جنت کے سبز قالینوں اور قیمتی بستروں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے خدمت کے لئے نو عمر چھوکرے اپنے ہاتھوں میں شراب اور پانی کے آبخورے لئے جابجا بھرے ہوں گے وہاں جس چیز کی بھی خواہش کریں گے وہ فوراً حاضر کر دی جائے گی بس آرام ہی آرام ہوگا۔ اللہ کی نعمتوں اور اس کے اکرام کا قرآن شریف میں جگہ جگہ ذکر ہے۔

شب معراج میں ہمارے نبی محمدؐ نے جنت کے خالی پڑے ٹکڑے بھی ملاحظہ فرمائے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ جنت کے وہ پلاٹ ہیں جن پر اللہ کے نیک بندے اپنی عبادات اللہ کے ذکر سے آبیاری کریں گے یہ خالی بنجر پڑے ٹکڑے اس ذکر سے ہرے بھرے ہو جائیں گے اور خوبصورت پھولوں سے اور قسم قسم کی نعمتوں سے لد جائیں گے۔ کیا آپ ایسے باغات کے مالک بننا پسند کریں گے ظاہری بات ہے ایسی نعمتوں کو کون ٹھکرائے گا۔ جنت بھی کچھ نہیں آج سے ہی اللہ کے اس ذکر کو ''سبحان اللہ'' الحمد للہ اور اللہ اکبر کو اپنے ذکر میں شامل کر لیجئے اور پھر انشاء اللہ جنت کے ان باغوں کے آپ بھی مالک ہو جائیں گے آمین۔ جتنا ذکر بڑھے گا یہ باغات اسی قدر ہرے بھرے ہوں گے اس قدر حسین اور دائمی ملکیت جن کے چھن جانے کا ڈر نہیں مٹ جانے کا خوف نہیں ان نعمتوں میں روز اضافہ ہی ہوگا کسی کا خوف نہیں۔

دنیا میں محنت کر کے انسان جو حاصل کرتا ہے وہ ناپائیدار مگر اللہ جو آخرت میں عطا کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے وہ حسین وہ آرام وہ موت سے بے خوفی بس سکون ہی سکون ہوگا۔

یہ چند سطریں لکھنا اسی مقصد سے ہے کہ ہم سب جو صرف دنیا اور صرف دنیا میں لگے ہیں آنکھ بند ہوتے ہی قبر اور قیامت اور عقبیٰ کو بھولے ہیں اس کو بھی اپنی مصروف زندگی سے وقت نکال کر ذرا سوچیں یاد کریں اور وہاں جانے کی تیاری ضرور کریں۔ ہم اپنی ضرورت کے مطابق اپنے گھر ضرور بنائیں مگر اس میں اس قدر دل نہ لگائیں کہ اس کو چھوڑ کر جانے کو جی نہ چاہے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ٹھکانہ کیوں نہ بنایا جائے جس کی مہک خوشبو تازگی ہماری آنکھ بند ہوتے ہی ہماری روح کو سرشار کر جائے ہمارا قیامت تک کا گھر (قبر) بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو مٹی کا فرش ہمارے لئے جنت کا بچھونا جنت کا قالین بن جائے وہ قبر جو منوں مٹی سے دبا دی جاتی ہے اس کے اندر جنت سے کھڑکیاں کھول دی جائیں جن سے ٹھنڈی ٹھنڈی خوشبوؤں سے بھری ہوائیں آتی رہیں اور یہ مژدہ سناتی رہیں اے جسم تو یہاں تھوڑے دن کا مہمان ہے بس قیامت تک پھر اللہ کی اس حسین بہاروں میں تجھ کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

آیئے آج ہم سب ایک عہد کریں ہم صرف اور صرف اللہ کی رضا پر چلیں گے قرآن اور حدیث کی روشنی میں سیدھے اور سچے راستے کی تلاش کریں گے اور اسی پر چل کر مالک حقیقی سے ملیں گے اللہ سے نیک گمان رکھیں گے کیونکہ وہ اپنے بندوں سے ان کے گمان کے ساتھ ہے۔

(بقیہ ۔۔۔۔ ۱۷ ۔۔۔ صفحہ پر)

میں پادری سے مولوی کیسے بنا؟

میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ میرے عقیدوں کی دنیا بدل جائے گی۔ میں ایک پادری سے مولوی بن جاؤں گا اور اپنا آبائی مذہب عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرلوں گا، جب میں نے اپنی مذہبی تعلیم مکمل کرلی تو میرے سامنے یہ سوال آیا کہ میں عیسائیت کی خدمت کے لئے کیا طریقہ اختیار کروں اور ۲۲ سال تک میں نے عیسائی مذہب کا جو مطالعہ کیا ہے اسے دوسروں تک کس طرح پہنچاؤں۔ میرے والدین نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اسلامی ریاستوں کا سفر کروں اور ان ریاستوں میں رہنے والے عیسائیوں سے ملاقاتیں کرکے معلومات حاصل کروں اور ان کی مشکلات کے بارے میں ایک رپورٹ مرتب کروں جس کو ساری عیسائی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، میرے والدین کا خیال تھا کہ رپورٹ پیش کرنے سے مجھے چھوٹی عمر میں ہی بڑی شہرت حاصل ہوجائے گی اور ساری دنیا مجھے پہچاننے لگے گی۔ شاید میرے والدین کا خیال یہ تھا کہ میں ایک دن پوپ بن جاؤں گا اور ساری دنیا میں میری شہرت کا ڈنکا بجنے لگے گا۔ لیکن یہ کس کو معلوم تھا کہ تقدیر مجھے کہاں سے کہاں لے جائے گی اور میں عیسائی سے مسلمان بن جاؤں گا اور میرا نام محمد احمد ہوگا۔ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق مجھے مسلم ریاستوں کو جانے کے لئے بہت بڑی رقم درکار تھی۔ برطانیہ کی ایک عیسائی سوسائٹی نے یہ رقم فراہم کرنے کا وعدہ کیا اور چند دن میں مطلوبہ رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع کرادی گئی، میں خوش تھا کہ مجھے مسلم ریاستوں کو دیکھنے کا موقع ملے گا، چونکہ میں ایک اچھا مقرر رہا ہوں، اس لئے یقین تھا کہ مسلمانوں کے درمیان پہنچ کر جب میں عیسائی مذہب کی بات کروں گا تو مسلمان میری تقریر پر متوجہ ہوں گے اور اسلام مذہب چھوڑ کر عیسائیت قبول کرلیں گے لیکن میں اس وقت حیران رہ گیا جب ان مسلم ریاستوں میں میری تقریر پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور ایک مسلمان بھی اسلام سے خارج ہوکر عیسائی مذہب میں شامل ہونے کے لئے نہیں آیا۔ اس وقت اندازہ ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کے دل میں اپنی جگہ بنالیتا ہے اور اس کے بعد وہ سینے سے باہر نہیں آتا۔ دنیا میں ہر سال نہ جانے کتنے عیسائی مذہب ترک کرکے مسلمان بن جاتے ہیں اور کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ہوتا جو اسلام مذہب چھوڑ کر عیسائی بن جاتا، بس یہی وہ مرحلہ تھا کہ جس نے میری زندگی میں انقلاب برپا کردیا اور میں اسلام کی خوبیوں کا گرویدہ ہوتا چلا گیا۔

سچ بات تو یہ ہے کہ میرا دل تو پہلے ہی اسلام کو قبول کرچکا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ایک بڑی تبدیلی یہ پیدا ہوئی کہ میں نے قرآن مجید کو پڑھنا شروع کیا، پہلے انگریزی زبان میں پڑھا تھا جس سے میری طبیعت بے حد متاثر ہوئی لیکن جب عربی زبان میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو میرے قلب ونظر کی دنیا بدل گئی۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ قرآن مجید ایک عام کتاب نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا نور ہے، یہ علاحدہ بات ہے کہ یہ نور الفاظ کی شکل میں اوراق پر لکھا ہوا ہے تاکہ ہم اس کو اپنی نگاہوں سے پڑھ سکیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نور اگر پہاڑوں پر اتارا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہوجاتے لیکن یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے کہ یہ نور ان کے قلب پر نازل کیا گیا اور پیغمبرؐ کے قلب نے اس نور کے وزن کو اٹھالیا اور اس کے بعد سینہ بہ سینہ قرآن منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، قرآن مجید کے مطالعہ سے مجھے اعتراضات کا جواب بھی ملتا گیا جو عیسائیوں

کی طرف سے مسلمانوں پر کئے جاتے ہیں، چار شادیوں کا رواج ہے لیکن جب میں نے قرآن مجید کی تفسیر پڑھی تو معلوم ہوا کہ چار شادیاں کرنا حالات کے عین مطابق ہے لیکن چار شادیاں کرنے کے لئے قرآن مجید نے جو شرطیں عائد کی ہیں وہ اس قدر مضبوط ہیں کہ ان کی پابندی کرنے کے لئے بڑی سختیاں کی گئی ہیں، مخصوص حالات میں ہی چار شادیوں کی اجازت ہے جب کہ اسلام دشمنوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ مسلمان چار چار شادیاں کرتے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ جانے غیر قانونی طور پر غیر مسلم کتنی شادیاں کرتے ہیں، اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے، مسلمان جب کسی وجہ سے ایک سے زائد شادیاں کرے تو ان کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ تجارت اور لین دین کے لئے قرآن مجید نے اصول وضع کئے ہیں، کم تولنے اور دھوکہ دے کر خراب مال کو اچھا مال بتاکر فروخت کرنے سے روکا گیا ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کا کوئی اخلاقی پہلو باقی نہیں رکھا، جس کے بارے میں اپنے ماننے والوں کو ہدایت نہ دی ہو، اس کے علاوہ عبادات کا ایک خاص نظام قرآن مجید نے مسلمانوں کو عطا کیا ہے۔ دنیا کے کسی دوسرے مذہب کی کتاب میں روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن مجید نے عبادات کے اس پورے نظام کو بہت اچھی طرح اجاگر کیا ہے۔ اس دوران مسلمانوں سے میرے بہت اچھے تعلقات پیدا ہوچکے ہیں۔ میں نے ان پر ظاہر کیا کہ قلبی طور پر تو میں مسلمان ہوچکا ہوں۔ اب چاہتا ہوں کہ باضابطہ طور پر کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوجاؤں، چنانچہ شہر کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد میں نے ہزاروں مسلمانوں کے جم غفیر کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

●●

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۴ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔